Downloaded From - PkPdf.Blogspot.Com

آسیہ رزاق

محبت کے سائے

PkPdf.Blogspot.Com

Downloaded From - PkPdf.Blogspot.Com

اکلوتی اولاد' اف' اکلوتی اولاد ہونا بھی سزا ہے۔ سزا؟ نہیں شامت۔ آفت مصیبت۔ اکلوتی اور پھر لاڈلی۔ بھئی واہ۔ اوپر سے خوب صورت بھی۔ لو جی طرّے پر طرہ لگ گیا۔ تو تاج پہنا دو۔ مگر بس لفاظی' خوشامد۔

اور یہ لفاظی ان مہمانوں کی تھی جو..... بن بلائے آتے رہتے۔ آتے ہی رہتے۔ یکسانیت نے ذہن کند کر دیا۔ سوائے دعاؤں کے اور کچھ سمجھ میں نہ آتا۔ اے اللہ کچھ تبدیلی تو آئے زندگی میں۔ یہاں تو زندگی ایک ہی دائرے میں گھوم رہی تھی۔

اس کو زندگی گزارنا کہتے ہیں؟ یا زندگی ہمیں گزار رہی ہے۔

مہمان' مہمان در مہمان' صبح دیکھیں' نہ شام چلے آرہے ہیں۔ یہ فلاں چچا ہیں۔ یہ خالو ہیں۔ ڈھمکے ماموں کی تشریف بھی آرہی ہے۔ اکے پھپھا بھی چلے آتے ہیں کہ بھئی رشتے دار ہیں۔ کوئی قریبی کوئی دور کا۔ کوئی نسبتاً" مزید دور کے۔ اسے بھی اپنی محبت میں آتے ہیں۔ کوئی بلاتا تھوڑی ہے۔ آخر قرب تعلق کا اظہار بھی کیسے ہو؟ مروت ویگانگت بھی کوئی چیز ہے۔ اور خاطر داریاں۔ مہمان نوازیاں۔ ابا جان اور امی جان پر لازم۔

امی تو کسی کے گھر تواتر سے جاتی نہ تھیں۔ نہ ہی ابا جان کسی نسبتاً" قریب یا دور کے عزیز کے گھر جاتے دیکھے گئے۔ ان کی تو محلے والوں سے ہی قربت تھی۔ جاتے بھی تھے اور لوگوں کو مسائل حل کرنے کے مشوروں سے بھی نوازتے۔ رات گئے تک مطالعے میں مشغول رہتے۔

دن میں مہمانوں کی مداخلت کے باعث مطالعے کا وقت ہی کم ملتا تھا۔ اس کے علاوہ انہیں ٹی وی کا بھی شوق تھا۔ لیکن صرف پسند کا پروگرام۔ یعنی فٹ بال میچ بے حد شوق سے دیکھتے۔ جن دنوں کرکٹ کا سیزن ہوتا۔ پابندی سے دیکھتے۔ مہمانوں کی موجودگی میں بھی۔ ہاکی میچ اور ٹینس بھی ذوق و شوق سے دیکھا کرتے۔ اور جب یہ

مکمل ناول

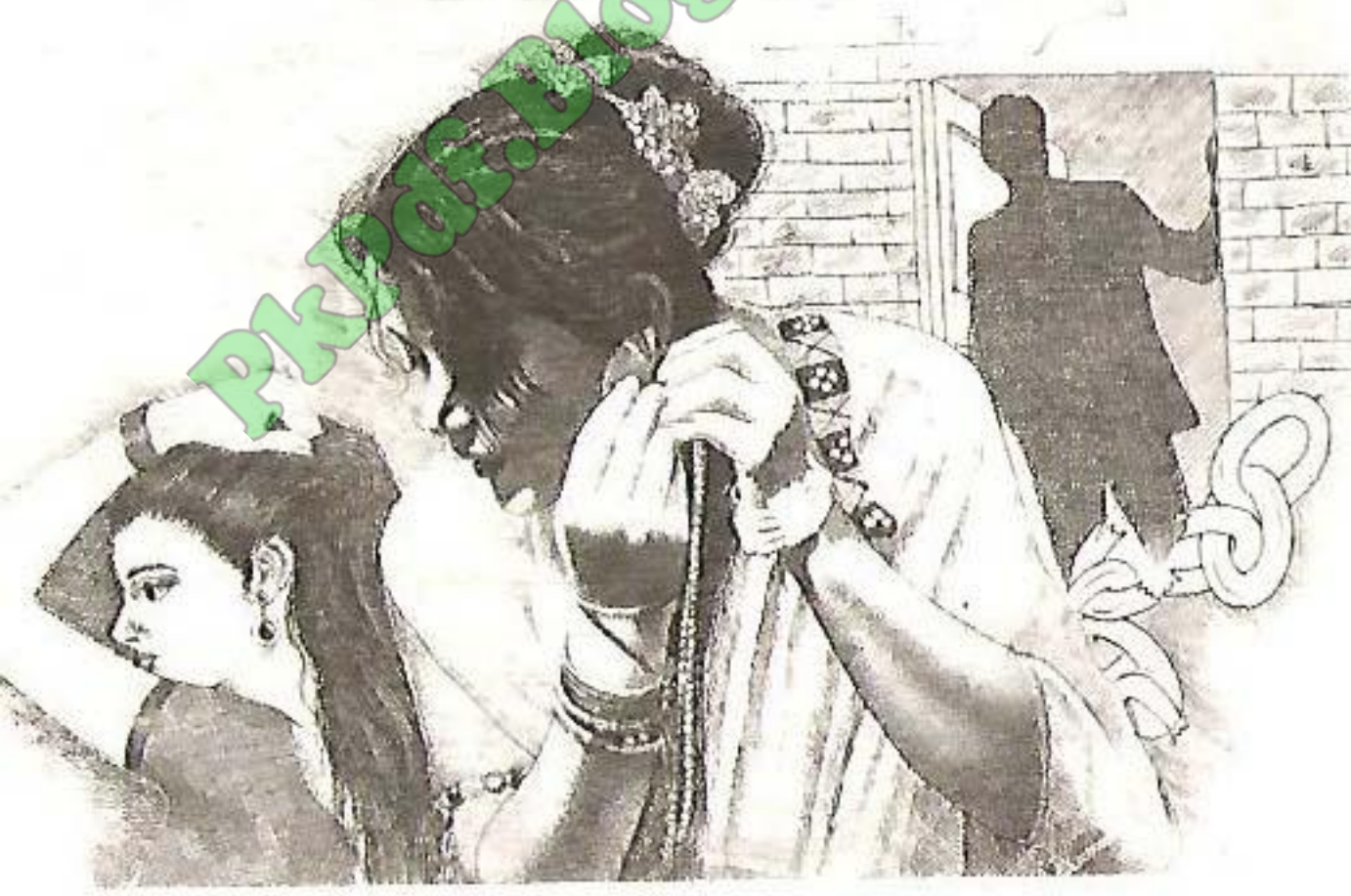

PkPdf.Blogspot.Com

Downloaded From - PkPdf.Blogspot.Com

سیزن بھی گزر جاتے۔ تو لان میں مالی کے سر پر سوار ہو جاتے۔ (بقول امی جان)

اسے ہدایتیں دیا کرتے۔ طریقے سکھاتے۔ خود بھی پودوں کی دیکھ بھال کرتے۔ لان کے لیے بہت سنجیدگی سے مالی کی شامت بلاتے۔ ثمین کو بھی بلا کر اسے مختلف پودوں کے نام ان کی افزائش اور دیکھ بھال کے طریقے بتاتے۔ پھولوں کے زمانے میں بہت جذباتی ہو کر نہ صرف مالی بلکہ مہمانوں کو بھی اپنے ساتھ کام میں لگانے کی کوشش کرتے۔ گوڈی ہو رہی ہے۔ سوکھے پتے تلاش کر کے توڑے جا رہے ہیں۔ دوائیں چھڑکی جا رہی ہیں۔

ثمین فارغ وقت میں ان کا ہاتھ بٹاتی۔ امی جان کو باپ بیٹی کی یہ والی مصروفیت ناگوار گزرتی۔ وہ چپکے چپکے ابا جان کی کلاس لیتیں۔

"یہ کیا لڑکی کو لے کر لان میں بیٹھ جاتے ہیں آپ، پودوں پھولوں کی معلومات سے اسے کیا ملے گا۔ یہ عمر اس کی گھر کے کام سیکھنے کی ہے۔ نہ کہ کیاری میں کھرپا چلانے کی حد ہے۔"

"یہ والی نصیحت.... گھر کے کام سیکھنے کی، آپ بیٹی کو کریں۔ ادھر اُدھر خالی پھرتی رہتی ہے تو میں کام میں لگا لیتا ہوں۔ وہ بھی شوق سے کرتی ہے۔ میں نے نہیں سنا کہ کبھی آپ نے گھر کے کام کرنے کے متعلق اس پر اپنا ارادہ ظاہر کیا ہو اور ویسے اسے بہت پڑھنا ہے۔ کیا وہ پڑھ لکھ کر کچن سنبھالے گی؟"

"اچھا تو پڑھ لکھ کر انجینئر یا ڈاکٹر بن کر گھاس کھودے گی؟ جو آپ سکھا رہے ہیں۔ آپ کی ان تفریحات سے اسے فرصت ہو تو میں کچھ سکھاؤں۔"

امی کو قائل کرنا مشکل امر تھا۔

"اچھا خیر، آپ سکھائیں جو سکھانا چاہتی ہیں۔ جھاڑو پوچا، میں بھی اب تھک گیا ہوں مالی سے مغز ماری کر کے۔ نہ صاحبزادی نے کچھ سیکھا نہ مالی نے۔ کمبخت گوڈی کے سوا کچھ نہیں جانتا۔ ہاں جھاڑو لان میں دے لیتا ہے اور منحوس، لان کے ساتھ میری نئی لگائی ہوئی پنیری بھی سمیٹ لیتا ہے۔ میں سوچ رہا ہوں۔ اسے نکال باہر کروں۔"

"آپ کی بیٹی بھی کچھ نہیں سیکھتی۔ اسے کہاں دھکا دیں گے؟"

"کیا مطلب؟ مالی اور ہماری بیٹی" ایک جیسی سزا کی مستحق ہو سکتی ہے؟" حیرانی سی حیرانی تھی۔

"میرا مطلب ہے کہ پہلے بیٹی کی اصلاح کریں۔ اسے کچھ اخلاقیات بھی سکھائیں۔ اس کے بعد بے چارے مالی کی خبر لیں۔ جاہل مالی کی۔ پڑھی لکھی بیٹی کو مہمانوں سے تپاک سے ملنا ہی سکھا دیں۔"

"وہ آپ کی ذمہ داری ہے۔ آپ ہی اصلاح کر لیں۔" انہوں نے کتاب کھول لی پڑھنے کے لیے۔ امی بیزار ہو کر اٹھ گئیں۔ بیٹی پر برسنے کے ارادے سے کمرے سے نکلیں خراب موڈ کے ساتھ تو چند ہنستے مسکراتے مہمان داخل ہوئے۔ فوراً "موڈ درست کیا۔ مسکرانا لازمی تھا۔ اندر بٹھایا۔ ثمین آئی۔ اسے مہمانوں سے ملایا۔

"یہ تمہارے چچا ہیں یہ چچی۔ اور یہ ان کی بیٹیاں۔ آؤ ان سے ملو۔ کافی عرصے بعد آئے ہیں۔ اچھا ہاں شاباش، چائے بھی بنا لو۔ اور ہاں وہ.... اچھا ٹھہرو میں آ کر بتاتی ہوں۔ تم فی الحال ان سے ملو۔"

چائے کی فرمائش پس پشت چلی گئی۔ وہ مصنوعی مسکراہٹ کے ساتھ چچا چچی سے ملنے لگی۔ یوں تو وہ اتنی شوقین نہ تھی ملنے ملانے کی۔ لیکن چائے بنانے سے تو آسان تھا یہ کام۔ (ملنا ملانا) وہ ان کی بیٹیوں کے پاس بیٹھ گئی۔ اور دل جمعی سے سوالات کرنے لگی۔ (جس میں وہ ماہر تھی۔ بقول امی)۔

"ہاں ہم تو پشاور سے آئے ہیں۔ ابو کی جاب ختم ہو گئی تو آ گئے کہ یہاں گھر تو ہے۔ وہ ابو سعودیہ جا رہے ہیں نا جاب کی تلاش کے لیے تو...." وہ بھی جواب دینے کی شائق۔

"ہم تو اپنے دادا کے بنائے ہوئے گھر میں رہنے آئے تھے۔" دوسری نے لقمہ دیا۔

"مگر.... وہاں پھپھو نے قبضہ کیا ہوا ہے۔ آدھا گھر

PkPdf.Blogspot.Com

Downloaded From - PkPdf.Blogspot.Com

کرائے پر دے دیا۔ آدھے میں خود رہتی ہیں۔"

"اور ہمیں اوپر کے دو کمرے دے دیے۔ نہ وہاں کچن نہ کمرے میں اے سی۔ تندور کی طرح....."

وہ ثمی کے تابڑ توڑ سوالات کا جواب اسی تیزی سے دے رہی تھیں۔ پھر ابا جان آگئے۔ دونوں بھائی بے حد گرم جوشی سے ملے۔ پھر قہقہے ابلنے لگے۔

شکو چائے لے آئی۔ اب چائے کا دور چلا۔ شکو ان کی ملازمہ تھی۔ امی کی منہ چڑھی۔ "خیر خواہ۔ اور تیز دست۔" یہ امی کی رائے تھی اس کے بارے میں۔ جس سے ثمی متفق نہ تھی۔

"چالاکو ماسی بدتمیز۔" یہ اس کی حتمی رائے تھی۔

"دو کمرے؟ اور سب....." وہ حیرت کا اظہار کرنے سے باز نہ آئی۔

"رہنے کے لیے تو ایک ہی کمرہ ملا۔ ایک میں تو ہمارا سامان ہی آگیا ہے۔ پھپھو ناراض کہ ہم پشاور سے آکیوں گئے۔ وہیں جاب تلاش کرتے۔" لہجے میں مجبوری اور اداسی۔

وہ شکو کا ہاتھ پکڑ کر باہر آگئی۔ کمبخت کو سن گن لینے کی عادت تھی۔ چچا کی بیٹی نے بھی اس کے پیچھے آنے میں دیر نہ لگائی۔ دوسری نے بھی پیچھا کیا۔ ثمی اپنے کمرے میں آگئی۔ ارادہ تو شکو کو ڈانٹنے کا تھا مگر شکو ایک کائیاں ہاتھ چھڑا کر باہر بھاگی۔ کام کے بہانے۔ کمرہ کباڑ خانے کا نمونہ بنا ہوا تھا۔ حسب معلوم ہر سمت کپڑے، میلے اجلے۔ موزے جوتے سوئٹر کوٹ کھلونے ڈیکوریشن کے پیس وہ بیٹھنے کی جگہ تلاش کر ہی رہی تھی کہ کزن بے تکلفی کے ریکارڈ برابر کرتی ہوئی کپڑے ایک طرف سمیٹ کر بیٹھ گئی۔

دوسری بہن نے آؤ دیکھا نہ تاؤ۔ وہ صوفے پر سجے کوٹ سوئٹر اور شالوں کے ڈھیر پر ہی ڈھیر ہو گئی۔ پچھلے ہفتے امی نے اسے گرم کپڑے سوٹ کیس میں رکھنے کے لیے لا کر دیے تھے۔ اسے فرصت نہ ملی۔ اب تینوں کا زبان دانی کا مقابلہ شروع ہوا۔ تینوں نے اپنی گفتار اور رفتار کا بھرپور مظاہرہ کیا۔

شکو مہمانوں کی واپسی کی خبر لائی۔

"لڑکیوں کو بلا رہے ہیں۔" اس نے آکر کہا۔ وہاں تینوں کسی لطیفے پر ہنس رہی تھیں۔ کون سنتا۔ پھر وہ چیخی۔

"ثمی بی بی۔" کوئی شنوائی نہ ہوئی۔

آخر ڈریسنگ ٹیبل پر مکا مارا۔ نقار خانے میں طوطی کی آواز کون سنتا۔ صدا بہ صحرا ہوئی وہ آواز بھی۔ تب اس نے ثمین کے بالوں کا برش زمین پر پٹخا عین ثمی کے سامنے۔ دو ٹکڑے کمرے میں سکوت۔ ثمی پر سکتہ۔

"مہمان جا رہے ہیں جی۔ آپ دونوں کو بلایا ہے۔"

کہہ کر ثمی کے سکتہ ٹوٹنے سے پہلے باہر لپکی۔ مہمانوں کے ساتھ ہی باہر آگئی۔ گھر جانے کے لیے۔ کل کے ناغے کا بہانہ بھی سوچ لیا۔ پرسوں تک ثمی بی بی نیا برش منگوا چکی ہوں گی۔

ثمی بی بی جوش میں بھری (غصہ) امی ابا جان کے پاس پہنچیں۔

اندر یوں بھی کچھ دوسرے معاملات زیر بحث تھے۔ وہ جو شکو کی شکایت لے کر آئی تھی۔ دم بخود ابا جان کی باتوں پر غور کرنے لگی۔ پھر جب اس کو اصل معاملے کا علم ہوا۔ تو چیخ اٹھی۔ ابا جان مطمئن۔

"ہاں بیٹا! ساجد تمہارے چچا ہیں۔ میں اپنے بھائی کو پریشان نہیں دیکھ سکتا اور پھر ہمارا گھر بہت بڑا ہے۔ دل بھی بڑا کرو۔ ہمیں تو دو کمرے ہی کافی ہیں بلکہ گیسٹ روم بھی ہمارے پاس رہے گا۔"

"تو..... ابا جان انہیں کیا فرق پڑے گا۔ وہاں بھی تو ان کے پاس دو کمرے ہیں۔"

"وہاں کمرے بے حد چھوٹے ہیں اور ایک باتھ روم ہے۔ ایک کمرہ تو ان کے سامان سے بھر گیا ہے۔ اس کے علاوہ..... یہاں بڑے کمرے ہیں۔ اسٹور ہے۔ کچن بھی چھوٹا سہی۔ مگر الگ ہے۔ برآمدے میں بھی گنجائش ہے۔ اندر صحن باہر لان۔ وہ تو بہت خوش ہو گئیں۔ پھر آپا کا مزاج۔ ان کے کچن میں جا کر کام کرنا اتنا آسان نہیں۔ بیٹا! کسی کی پریشانی میں ہمارے ذرا

PkPdf.Blogspot.Com

Downloaded From - PkPdf.Blogspot.Com

سے عمل سے اگر کمی ہوتی ہے تو دل کو سکون ملتا ہے۔ پھر یہ تو ہمارے اپنے ہیں۔" اف ابا جان کی ہمدردی۔

"امی اور ان کی لڑکیاں اف۔" اب امی سے داد چاہی۔ "توبہ کتنا بولتی ہیں۔ زن زناز ن ٹرین چل پڑی۔ رکتی ہی نہیں اف خدایا۔ میں تو تھک گئی۔ سن سن کر۔"

امی نے خفگی سے اسے گھورا۔ ابا جان اپنی کتاب میں گم ہو گئے۔

"دوستی کر لینا۔" ایک وقفے کے بعد ابا جان نے مشورہ دیا۔ وہ بے چینی سے ادھر ادھر ٹہلنے لگی۔

"ہمارے ایک گھر میں دو گھر.... وہ بھی اتنا بولنے والے۔ کان تھک گئے میرے۔" بڑبڑاہٹ اتنی بلند ضرور تھی کہ امی سن سکیں۔

"مجھے تو بولنا آتا بھی نہیں اور ان کے پاس کتنے قصے ہیں یا اللہ.... ایک گھنٹے میں چار قصے سنا دیے۔"

امی کے پاس جواب موجود تھا۔ "میں سن رہی تھی۔ جب وہ قصے سنا رہی تھیں اور تم ان سے بڑھ کر قصہ سنا رہی تھیں۔ وہ کہتی تھیں، پھپھو نے یہ کہا۔ یہ کیا تم جواب دیتیں۔ شکو نے یہ کہا۔ یہ کیا۔ غضب خدا کا۔ ثمین! تم ان سے کم نہیں ہو۔"

"تو.... میرے پاس اور تھا بھی کیا شکو کے سوا اور آج اس نے میرا ہیئر برش بھی توڑ ڈالا۔"

"اچھا ہوا.... تم کب استعمال کرتی تھیں۔ اس کے علاوہ جب وہ قصہ سنا رہی تھیں۔ تمہیں خاموشی اختیار کرنی چاہیے تھی۔ پھر وہ بھی خاموش ہو جاتیں۔ کم از کم پھپھو کے قصے تو نہ ہوتے۔ بری بات۔ یاد رکھو غیبت کرنے والا گناہ گار ہے تو سننے والا گناہ سے بری نہیں ہو جاتا۔"

"امی وہ تو بس اپنی تکلیفوں کا حال سنا رہی تھی۔" وہ منمنائی اور توبہ توبہ کرتی ہوئی اپنے کمرے میں آ کر آئے وقت کے لیے (کڑا وقت) تیاری کرنے لگی۔ اف۔

ایک ہفتہ ہوا تھا کہ چچا مع سامان اور فیملی کے آ گئے۔ چچا نے خانساماں کی مدد سے اپنا سامان سیٹ کیا۔ اسٹور سوٹ کیسوں سے بھر گیا۔ کمرے سج گئے۔ برآمدے میں کھانے کی میز کرسی جم گئی۔ کچن آباد ہو گیا۔

ابا کے ہاتھ چومتے۔ شکریہ شکریہ کرتے چچا سعودیہ روانہ ہو گئے۔ ثمین نے کمرہ بند کر کے گوشہ نشینی اختیار کر لی۔ اسے پڑھنا تھا۔ ابا جان کی خواہش کہ وہ بہت سا پڑھ کر عالم فاضل ہو جائے۔ چند دن نسریٰ اور اسریٰ نے اس کا انتظار کیا۔ پھر وہ بھی کاموں میں مصروف ہو گئیں۔

امی اور ابا جان گھر کی رونق سے بہت خوش تھے۔ رات کا کھانا مل کر ایک جگہ کھایا جاتا۔ ہلکی پھلکی گپ شپ ہوتی۔ ثمین نے سوالات کا سلسلہ موقوف کیا۔ وہ واقعی پڑھائی میں منہمک ہو گئی تھی۔ لیکن نسریٰ۔ اسریٰ اس موقعے پر بھی ثمین سے چپک کر اپنی معلومات سے آگاہ کیا کرتی تھیں۔ وہ کچھ متاثر ہو ہی گئی۔

ان دونوں کی معلومات وسیع تھیں۔ فیشن، لباس، جیولری، کس مارکیٹ میں کون سا اسٹور بہت شان دار ہے۔ کہاں فیشن کے ملبوسات اچھے داموں مل جاتے ہیں۔ آج کل کون سی فلم مقبولیت کے ریکارڈ توڑ رہی ہے۔ ثمین کی خاموشی کی ایک وجہ اس کی لاعلمی بھی تھی۔ لیکن تابہ کے۔ کب تک ان سے الگ رہتی۔ آخر دوستی ہو گئی۔

نسریٰ نخرے والی تھی۔ اسریٰ سادہ مزاج اور ملنسار تھی۔ اسریٰ سے پکی دوستی ہو گئی۔ مگر اس کے پاس وقت کی کمی تھی۔ ابا جان نے بھی مجبور کیا۔

"دیکھو تمہارے طرز عمل سے محسوس نہ ہو کہ تم ان سے بیزار ہو۔ ہم نے خود انہیں بلایا ہے۔ وہ بن بلائے مہمان نہیں ہیں۔ اور تمہیں تو اپنے اکیلے پن کا شکوہ رہتا تھا۔ اب دو بہنیں آ گئیں۔ ان کی خوشی کا خیال رکھنا چاہیے۔ ٹھیک کہہ رہا ہوں نا۔"

مہمانوں کی آمد رفت جاری و ساری تھی۔ گھر میں مہمانوں کی آمد سے گو کہ اسے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔ شکو تھی نا۔ وہ کسی جن کے قبیلے سے تعلق رکھتی تھی۔ سارے کام بخوبی اور بہ خوشی انجام دینے کے لیے۔ وہ

PkPdf.Blogspot.Com

Downloaded From - PkPdf.Blogspot.Com

گھر کے کونے کونے سے واقف تھی۔ امی نے ڈرائی فروٹ کس غار میں پوشیدہ رکھے ہیں۔ حلوہ جات، نمکو وغیرہ کا خزانہ کس کونے کھدرے میں قیام پذیر ہے۔ امی کے آنکھ کے اشارے پر دوڑ کر جاتی۔ کچھ دیر بعد ٹرالی سجا کر مہمانوں کے سامنے لے آتی۔

ثمین سے امی کو نہ جانے کون سے خطرات لاحق تھے کہ ہر چیز اس سے چھپا کر رکھی جاتی۔ وہ دانت پیس پیس کر اسے گھورتی۔ جو تحریر نظروں سے اسے دیکھتی گویا جتا رہی ہو کہ یہ میں ہوں گھر کی مختار کل۔ مالکن کے اعتبار کی حق دار۔ ہاں تو اس اسٹور میں جہاں سارا خزانہ پوشیدہ تھا۔ ثمین کی جان نکلتی تھی۔ جھینگر، چیونٹے۔ کبھی کاکروچ بھی۔ کساریاں اڑتی پھرتی تھیں۔ کیا پتا کوئی کیڑا اس پر حملہ کر دے۔

اسٹور میں بڑی ترتیب سے مختلف ڈبے قطار میں کھڑے تھے۔ مستعد، کھولو اور پالو۔ من پسند چیز۔ لیکن اسے واقفیت نہ تھی۔ ہر ڈبا کھولنا۔۔۔ دشوار کام۔ شکو مگر ہر راز سے واقف تھی۔ کمبخت کو کچھ تلاش نہ کرنا پڑتا۔ جن کی نسل سے تھی۔ آنکھیں بند کر کے بھی مطلوبہ اشیاء برآمد کر لیتی۔ یقیناً "نڈر" تھی۔ چپل سے کاکروچ کو مار دینا دل پسند کارنامہ تھا۔ اکثر ڈبوں پر کپڑا ڈال کر اسپرے کرتی۔ پھر جھاڑو سے کیڑوں کی لاشیں بھی اٹھاتی۔ کبھی ایسا بھی ہوا کہ بغیر کام کے اسٹور میں گھسی اور منہ چلاتی ہوئی برآمد ہوئی۔ ثمین فوراً "ابا جان" سے فریاد کرتی۔

"دیکھیں، دیکھیں شکو اسٹور سے آئی ہے۔ پلو سے منہ پونچھتی ہوئی۔ اس سے پوچھیں۔ پوچھیں کیا کھاتی آ رہی ہے۔ یقیناً "کاجو بادام۔ اس کا پیٹ کیا اسٹیل کا ہے۔ ہر وقت کھانا مانگتا ہے۔"

"تو؟ گھر کے کام بھی تو وہی کرتی ہے سارا دن۔ آخر اسے بھی توانائی کی ضرورت ہے۔" یہ امی جان کی طرف سے جواب ملا۔

"جی درست۔ مجھے تو توانائی کی ضرورت ہی نہیں۔ امی آپ کبھی انصاف بھی کر لیا کریں۔"

"تو بیٹا جی! آپ بھی اسٹور میں جا کر کچھ کھا لیا کرو۔

مشہور مزاح نگار اور شاعر

انشاء جی کی خوبصورت تحریریں،

کارٹونوں سے مزین

آفسٹ طباعت، مضبوط جلد، خوبصورت گرد پوش

کتاب کا نام		قیمت
آوارہ گرد کی ڈائری	سفرنامہ	450/-
دنیا گول ہے	سفرنامہ	450/-
ابن بطوطہ کے تعاقب میں	سفرنامہ	450/-
چلتے ہو تو چین کو چلیے	سفرنامہ	275/-
نگری نگری پھرا مسافر	سفرنامہ	225/-
خمار گندم	طنز و مزاح	225/-
اردو کی آخری کتاب	طنز و مزاح	225/-
اس بستی کے کوچے میں	مجموعہ کلام	300/-
چاند نگر	مجموعہ کلام	225/-
دل وحشی	مجموعہ کلام	225/-
اندھا کنواں	ایڈگر ایلن پو / ابن انشاء	200/-
لاکھوں کا شہر	اوہنری / ابن انشاء	120/-
باتیں انشاء جی کی	طنز و مزاح	400/-
آپ سے کیا پردہ	طنز و مزاح	400/-

مکتبہ عمران ڈائجسٹ

37، اردو بازار، کراچی

PkPdf.Blogspot.Com

Downloaded From - PkPdf.Blogspot.Com

مجھے خوشی ہوگی کہ میری بیٹی کو ہل کر کچھ کام کرنے کا خیال تو آیا۔ خواہ کھانے کا ہی سہی۔"

امی کے استدلال.... اور اس کی جھلاہٹ۔ اسے یقین تھا کہ امی کو بیٹی سے زیادہ شکو عزیز ہے۔ کمبخت کہیں کی۔ چالاکو ماسی۔ میرا حق غصب کرنے والی۔

"بیٹا! آپ نے شاید سنا ہو۔" ابا جان نے بھی دخل دے ہی دیا۔ "آدمی کا کام پیارا ہوتا ہے۔ چام نہیں۔"

اب یہ چام کمبخت کہاں سے آگیا۔ اسے لگا۔ چمار کی قسم ہوگی یا چمار کی اولاد کے مترادف۔ اب میں ایسی ہو سکتی ہوں بھلا۔ اپنے پیارے ابا جان امی جان کی نظر میں۔ لیکن ابا جان اسے چام کا مطلب سمجھانے لگے۔ چام یعنی چمڑی۔ یعنی شکل صورت۔ دیکھا چمار کی نسبت نکل آئی۔

"اپنے اپنے نصیب۔" امی جان اسے منہ بناتے دیکھ کر مسکرائیں۔ "صبر بھی کرو۔ نکمی، ناکارہ۔"

"یعنی اکلوتی لاڈلی کی کوئی اہمیت نہیں؟ آخر مجھے شکو جیسا نصیب کیوں نہ ملا۔ میں نکمی۔ ناکارہ، بے صبر، کم ظرف ہوں۔ بڈ حرام ہوں۔ مگر ہوں تو آپ کی بیٹی۔ مجھے ترجیح کیوں نہیں دے جاتی آخر؟"

"بیٹا جی۔" ابا جان نے لاڈ سے بازو میں لے کر اسے چمکارا۔ "آپ نہ کم ظرف ہو نہ بڈ حرام۔ ہم دونوں آپ سے محبت کرتے ہیں۔ مگر ہمارا فرض ہے۔ آپ کی بہتری کے لیے نصیحت کریں۔ آپ اس پر غور کرنے کی عادت ڈالیں۔ برداشت بھی ہونی چاہیے۔ زندگی میں کام آتی ہے۔"

لو جی ایک اور نیا خطاب بلکہ القاب۔ علاوہ بے صبر نکمی، ناکارہ کے۔ پورا دن اداسی طاری رہی۔ سوچ کے بے شمار در وا ہو گئے۔ ان سارے الزامات خطابات، القابات وغیرہ سے بری ہونے کی صورت نظر نہیں آئی۔ صرف ایک نتیجہ سامنے آیا۔

"میں بہت بری ہوں۔ ابا جان اور امی جان کے معیار کے مطابق نہیں، اسی لیے شکو نسریٰ اور اسریٰ ان کے زیادہ قریب ہیں۔ یعنی کہ۔ زیادہ کام کرنے والی زیادہ مصروف نظر آنے والی شکو (شکیلہ عرف شکو عرف چالاکو ماسی) اور زیادہ بولنے والی۔ بک بک کی شوقین۔ نسریٰ اور اسریٰ۔ میں ان کی نظروں میں غیر اہم ہوں۔ اچھا میں غیر اہم بن کر ہی جی لوں گی۔ میرے نصیب۔ رونا آگیا۔ ابا جان کو بھتیجیاں دستیاب ہیں۔ امی کو تیز دست بہن کی اولاد.... شکو، وہ دونوں اپنی پسندیدہ ہستیوں سے دل لگائیں۔ ہم بھی پڑھ لیتے ہیں۔

دروازہ لاک کر کے پڑھتی رہی۔ کسی نے پوچھا تک نہیں۔ دل نہ لگنے کے باوجود وہ کتابوں میں غرق رہی۔ شام کو شکو نے دستک دی۔ چائے کی نوید سنائی۔ وہ کان بند کیے بیٹھی رہی۔ چائے کے بغیر ہم مر تو نہ جائیں گے۔ ایسے بھی لوگ ہوتے ہیں جو چائے نہیں پیتے جیسا کہ.... اس کے پھپھا۔ ڈھمکے چچا۔ انہیں شربت مرغوب تھا۔ ہائے مگر شربت بھی تو دستیاب نہیں۔ اس کا غم بھی شکو کو ہے۔ کس کونے یا کس خانے میں پائے جاتے ہیں۔ اسکوائش، شربت فلاں فلاں۔ صبر کی اور برداشت کی عادت ڈالنی ہے۔ پڑھ پڑھ کر دماغ شل، آنکھیں بوجھل، سر بھاری۔

رات ہوئی۔ دروازہ بجا۔ "کھانا کھالیں۔"

بھوک تو تھی۔ مگر صبر و برداشت آزمانے کے لیے کہہ دیا۔

"بھوک نہیں ہے۔ بعد میں کھالوں گی۔"

شکو کی گنگنانے کی آواز معدوم ہوئی۔ از سر نو اپنی ناقدری پر رونا آیا مگر.... ایک بار پھر دستک۔

"صاحب نے بولا ہے۔ کمرے میں کھانا ہے تو لے جاؤ، لے آئی ہوں۔" ہائے رے اطاعت۔

"نہیں کھانا۔ نہ کمرے میں نہ باہر۔ تم ٹھونسو۔"

ابا جان کو خیال ہے میرا۔ امی نے تو پوچھا تک نہیں۔ نہ جانے ممتا کہاں جا سوئی ہے۔ وضو کر کے نماز شروع کر دی۔ اللہ سے فریاد.... دروازہ کھلنے کی آواز۔ اوہ لاک تھا۔ مگر چٹخنی تو لگائی نہ تھی۔ ابا جان کے پاس دوسری چابی ہوتی تھی۔ ہوتی تو امی کی رسائی میں بھی۔ مگر انہیں میری پروا نہیں۔

ابا جان اس کی نماز ختم کرنے کے انتظار میں تھے۔ وہی ہوا۔ ان کے ایک پیار بھرے لمس نے ایک محبت

PkPdf.Blogspot.Com

Downloaded From - PkPdf.Blogspot.Com

بھرے جملے نے ساری خفگی بھلا دی۔

"میرے بچے کو بھوک کیوں نہیں ہے۔ طبیعت تو ٹھیک ہے؟" وہ ان سے لگی بیٹھی تھی۔

"میں آپ دونوں سے ناراض تھی۔ چائے بھی نہیں پی۔ ہڑتال یعنی بھوک ہڑتال۔" ناز بھرا لہجہ۔

"ارے ارے بھئی۔ میرا بچہ اتنا سمجھ دار کب سے ہو گیا۔ ناراضی میں بھوک ہڑتال کر دی۔ بتا دیا ہوتا۔ تمہاری امی سمجھ رہی تھیں تم سو رہی ہو۔ ہائیں ہوا کیا؟"

ابا جان سراسیمہ ہو گئے۔ اب سارے شکوے شکایتوں کے پلندے کھل گئے۔

"میں صبح سے خفا ہوں۔ آپ نے خبر لی؟ کھانا کھایا نہ چائے پی۔ کسی نے آکر پوچھا؟ اب تو جو کچھ ہیں نسری اسری ہیں آپ کی۔ امی کے لیے شکو کافی ہے۔ میں کون ہوں؟ غیر اہم۔ فالتو پرزہ میرے پاس صبر برداشت کے سوا اور ہے بھی کیا؟ یہی چاہتے ہیں آپ؟"

"ابا۔ میرا بچہ سمجھ دار ہو گیا۔ سنو میں تو دوپہر کو کھانا کھا کر ناظم کی طرف چلا گیا تھا۔ ابھی آیا ہوں۔ وہاں کچھ مسئلہ تھا پچھلے دنوں۔ خیر دوپہر میں تم کب کھانا کھاتی ہو۔ چائے پر نہیں آئیں تو تمہاری امی سمجھیں کہ سو گئی ہو پڑھتے پڑھتے۔ اب شکو نے بتایا کہ تمہیں بھوک نہیں ہے۔ تو میں آگیا۔"

"ناظم چچا کا کیا مسئلہ تھا۔" وہ شرمندہ تھی بات ٹالنے کو سوال کر بیٹھی۔

"ارے بیٹا۔ اولاد کے مسائل بہت نازک ہوتے ہیں۔"

"ابا۔ آپ کو ان کی اولاد سے کیا لینا ہے۔ ناظم چچا خود ہی مسئلہ حل کریں۔"

"دوستی کا معاملہ ہے۔ وہ پریشان ہوتا ہے تو مجھے بلا لیتا ہے۔ دراصل اس کی بڑی بیٹی کا جب رشتہ آیا تو میں بھی داماد کو دیکھنے گیا تھا۔ اس کے والدین بہت معقول لگے۔ لڑکا بھی مناسب ہی تھا۔ شادی کے کچھ عرصے بعد وہ والدین سے الگ ہو گیا اور گھر کی ضروریات کے لیے ناظم سے مطالبہ کرنے لگا۔ اے سی لگوا دیں۔ جنریٹر کی ضرورت ہے۔ بچے ہوئے تو اسے کار چاہیے۔ ناظم بیٹی کی خاطر کسی طرح اس کے مطالبات پورے کرتا رہا۔ اس کی حیثیت بھی کچھ نہیں تھی۔ قسطوں پر کار لے کر دی۔ اب وہ کہتا ہے کہ کار دے دی تو کیا کمال کیا میں تو ڈرائیور بن گیا ہوں آپ کی بیٹی اور نواسوں کا۔ گھر میں جو شرعی حق بنتا ہے آپ کی بیٹی کا۔ وہ دے دیں رقم کی صورت یا آدھا گھر۔۔۔ بے چارہ پریشان تھا۔ دو بیٹیاں ایک بیٹا اور ہیں۔ آدھا گھر کیسے دے۔ پھر اس نے بیوی بچوں کو ناظم کے پاس بھیج دیا۔ بچاری ناظم کی بیٹی بھی پریشان تھی۔

میں نے اس سے کہا کہ تم اپنی ساس کے پاس جاؤ۔ ان سے کہو کہ آپ مجھے بیاہ کر لائی تھیں۔ آپ کے بیٹے نے مجھے گھر سے نکال دیا ہے۔ اب میرے اور بچوں کے اخراجات آپ کی ذمہ داری ہے۔ اور آپ مجھے اپنی جائیداد سے وہ شرعی حق دینے کی پابند ہیں۔ جو میرے بچوں کا حق بنتا ہے۔ مجھے جائیداد میں سے حصہ چاہیے۔ وہ یقیناً "سوال کریں گی تو بتا دینا۔ آپ کا بیٹا میرے باپ سے میرے شرعی حق کا دعوے دار ہے۔ تو میں آپ سے اپنے بچوں کا حق مانگتی ہوں۔ کیونکہ بچے آپ کی نسل ہیں۔ تو یہ دو مہینے پہلے کی بات ہے۔ اب وہ اپنے شوہر کے گھر میں آرام سے رہتی ہے۔ آج ناظم نے اس مسئلے کے ڈراپ سین کا قصہ سنانے کے لیے بلایا تھا۔ ناظم کی بیوی تو بہت ڈر گئی تھی کہ میرے مشورے پر بگڑ نہ جائے معاملہ اور داماد مزید کوئی مسئلہ نہ کھڑا کر دے۔ کہ بھئی اپنی بیٹی کو رکھو اپنے پاس۔ پھر مشکل ہو گی کہ اتنے اخراجات۔۔۔ بیٹی اور نواسوں کے کیسے پورے کریں گے۔

مگر۔۔۔ ان کی بیٹی کے ساس سسر نے بیٹے کو بہت ڈانٹا۔ اس کی خوب کلاس لی کہ اگر تمہارے تینوں بہنوئی گھر میں سے حصہ مانگ لیں گے۔ تو کیسے پورا کریں گے ہم۔ خیر شرمندہ ہوا۔ اور بیوی بچوں کو لے گیا۔ معافی مانگی ناظم سے' یہ ہوتی ہے مردم شناسی۔ میں نے اس کے والدین کے ظرف کو پہچان کر ہی اس شادی کے لیے اصرار کیا تھا۔ اب دوسری بیٹی کا رشتہ

PkPdf.Blogspot.Com

Downloaded From - PkPdf.Blogspot.Com

آیا ہے۔ مجھے ہی لے کر گیا۔ وہ بھی میں نے اوکے کر دیا۔ اس لیے مجھے خاصا وقت لگ گیا۔ اچھا اب آپ پھر سے اپنی شکایات کا ورق کھولیں۔ کیوں ہمیں سزا دی جا رہی ہے بھوک ہڑتال کی صورت۔"

وہ بوکھلا گئی۔ "ارے نہیں۔ بس چلیں کھانا کھانے چلیں۔ اتنی سخت بھوک ہے۔ میں مذاق کر رہی تھی۔"

وہ انہیں دھکیلتی ہوئی کھانے کے کمرے میں لے آئی۔ جہاں چچی، نسریٰ، اسریٰ موجود مع امی کے۔ ابا جان نے سرگوشی کی۔

"ارے کہیں یہ تمہیں چبا نہ جائیں۔" ان کا اشارہ نسریٰ، اسریٰ کی طرف تھا۔

"میں لوہے کا چنا ہوں ابا جان! دانت ٹوٹ جائیں گے ان کے۔" وہ بھی متمنائی۔

"اوہو! کھانا شروع کرو بھئی۔ رزق کو انتظار نہیں کروانا چاہیے۔" ابا جان نے شور مچایا۔ بعد میں اس کو نصیحت بھی کی۔ "ماں باپ سے زیادہ کوئی محبت نہیں کر سکتا۔ ہاں دوسروں کے لیے دل میں گنجائش ضرور نکالنی چاہیے۔ ہر رشتہ اہم ہوتا ہے۔ نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔"

اس نے رات کو امی کے پاس جا کر معافی مانگی۔ وہ حیرانی سے پوچھنے لگیں۔ "کیسی معافی؟"

"امی! میں آپ سے ناراض تھی۔" امی نے لاعلمی ظاہر کی کہ انہیں تو اندازہ نہیں ہوا۔ وہ سمجھ گئی تھی کہ امی اداکاری کر رہی ہیں۔ سمجھ تو گئی تھیں۔ امی بھی مگر

اب ثمین نے رویہ بدلا۔ گنجائش نکالنے کی کوشش کی۔ کبھی کوئی دل کی بات یا اپنے محسوسات امی کو بتانے چاہے تو وہ ٹال جاتیں۔

"چلو ہٹو فضول، مجھے بہت کام ہیں۔ تمہاری کہانی سننے کا وقت نہیں ہے میرے پاس۔ ذرا کام کرو یہ پالک اور میتھی کے پتے چنو۔ مدد کرو میری۔"

"خانساماں کر لے گا۔ آپ میری بھی سنیں۔" وہ حیران ہوتی۔ خانساماں آخر کس مرض کی دوا ہے۔

"خانساماں کو اور بہت کام ہوتے ہیں۔ ابھی چائے بنا کر لایا تھا۔ مہمان آ گئے تھے۔ اب اسے بھی کچھ سہولت ہو جائے گی۔ بے چارہ سارا دن لگا رہتا ہے۔"

"بے چارہ سارا دن لگا رہتا ہے۔ شکو بچاری سارا دن پھرکی بنی پھرتی ہے۔ ایک میں فالتو ہوں کہ یہ فضول کام۔" مگر فرماں برداری کے ریکارڈ بنانے کے لیے وہ پالک کے پتے چنتی۔ حالانکہ اسے نہ پالک پسند تھا۔ نہ میتھی کی خوشبو۔ وہ یہ گھاس پھوس کھاتی بھی نہ تھی کیونکہ اس کے خیال میں یہ بکری کا چارہ تھا۔ ابا جان اسے بکری نہیں شیرنی بنانا چاہتے تھے۔ شیر بھلا پالک میتھی کھاتا ہے؟

"کسی کام میں پتہ نہ مارنا۔ یہ پالک اکٹھے کرو۔ ڈنٹھل میں خود کاٹ دوں گی۔ کیا نوچ کھسوٹ کر رہی ہو۔"

امی کو خوش کرنا۔ ناممکنات میں سے تھا۔ وہ بیزار ہو کر اٹھ گئی۔ اور آلو پالک پکا دیکھ کر سخت افسوس۔

"آلو پالک میں خانساماں ذرا سا گوشت ڈال دیتا تو۔" مگر امی کی خوشنودی کے لیے وہ کھانے پر آمادہ ہو گئی۔ آلو میتھی۔ اف۔ میتھی کے بیچ میں سے آلو چننا۔ پتے چننے سے بھی دشوار کام۔ خیر دل بڑا کرنا امی کی خواہش پر۔ ہر چیز اللہ کی دی ہوئی نعمت ہے۔ ہر سبزی میں بے حد فائدے ہیں۔ سب کچھ کھانا چاہیے۔ اور وہ آلو کے ساتھ میتھی کے اکا دکا پتے بھی چبا جاتی۔

سلیقہ شعار تو بن نہیں سکتی تھی۔ اچھی بچی بننے کے لیے بکری بن کر گھاس پھوس کھانا شروع کر دیا اور مہمانوں سے تپاک سے پیش آنا بھی سیکھ لیا۔ لیکن اف امی کی وسیع تر خواہشات۔

"بہادر بننے کی کوشش کر رہی ہے ہماری بیٹی۔" ابا جان اسے کھانے میں نخرے نہ کرنے پر کہتے۔

"کچھ سلیقہ بھی سیکھ لیتی۔" امی منہ بناتیں۔ "کمرہ بے ڈھنگے پن کا اعلا نمونہ۔ الماری پھوہڑپن کا اعلا شاہکار۔ بستر میرے خدا۔ اس کی سسرال میں دس نوکر ہوں گے تب شاید۔۔۔ سن رہے ہیں آپ۔"

"بیٹی آپ کی ہے۔ سکھا دیں سلیقہ، مجھے کچھ

PkPdf.Blogspot.Com

Downloaded From - PkPdf.Blogspot.Com

اعتراض نہیں مگر ابھی اسے پڑھنے دیں۔"
امی کو اس کے پڑھنے پر بھی اعتراض تھا۔

☼ ☼ ☼

ایک دن خالہ آگئیں۔ پشاور میں رہتی تھیں۔ مگر ان کا بیٹا امریکہ یا انگلینڈ میں تعلیم کے لیے چکر لگاتا۔ دو بیٹیاں بھی دوسرے ملکوں میں۔ خالہ کا ایک پیر۔ بیٹے کے پاس دوسرا بیٹی کی طرف۔

چچی کی ان سے پشاور سے جان پہچان تھی۔ رات میں تینوں خواتین کی امی سمیت محفل جمی۔ اسے تو نہ چچی اچھی لگتی تھیں نہ خالہ ہی پسند آئیں۔

خالہ نے بتایا۔ "ان کا بیٹا اب امریکہ میں ہے۔ سسرال کی کسی شادی میں شرکت کی غرض سے آئی تھیں۔ جاتے ہوئے اپنے بیٹے کے لیے ثمین کا رشتہ دے گئیں۔

"جواب لینے آؤں گی وہاں سے فارغ ہو کر۔"

یونیورسٹی کا نام، گھر کا پتا بتا گئیں۔ ابا جان نے اپنے دوستوں سے رابطہ کیا امریکہ میں تحقیق کا فریضہ سونپا۔ ادھر سے "سب بہترین" کا رزلٹ معلوم ہوا۔ امی فکر مند... امریکہ اتنی دور... ابا جان بھی سوچ میں پڑ گئے۔ ایسا ہوا تو؟ یہ نہ ہوا تو... پھر دل کو سمجھا لیا۔ مگر لڑکے کی تعریف، تعلیم، مزاج بہترین۔

خالہ آئیں۔ بہت خوشامد۔ گارنٹی دینے کو تیار۔ آجائے گا یہیں۔ اچھی جاب مل گئی تو وہاں کیوں جانے لگا؟ اور اسے تو جاب چٹکی بجاتے مل گئی۔ وہ کالج سے آئی تو سب کچھ طے ہو چکا تھا۔ انہوں نے پرس سے انگوٹھی نکال کر پہنا دی۔

"ہمارے ہاں منگنی کا رواج نہیں ہے۔ مگر میں صرف نشانی دے رہی ہوں کہ اب ثمین میری امانت ہے۔ میرے سہیل کی..." بہت لجاجت سے کہہ کر اسے گلے لگایا اور چلی گئیں۔

مٹھائی لے آئی تھیں۔ وہ بانٹنی پڑی۔ پھپھو فوراً آگئیں بہت ناراض۔

"ارے میں کہیں مرتو نہیں گئی تھی۔ بندہ بڑوں سے مشورہ ہی کر لیتا ہے۔ میرا بیٹا موجود ہے۔ میری بھتیجی کسی اور سے... لو نئی بات مجھے تو تم نے غیر سمجھ لیا۔"

"آپا! آپ کی دو بھتیجیاں اسی گھر میں موجود ہیں۔" امی نے سمجھایا۔

"لو۔ اتنی زبان دراز۔ چالاک مکار۔ توبہ میں تو کبھی نہ کروں اب کیا بتاؤں؟"

"خیر، زبان دراز تو نہیں کہہ سکتے۔" ابا جان فوراً وکیل صفائی کا کردار ادا کرنے لگے۔ "آپ نے انہیں تنگ بھی بہت کیا تھا۔ شاید کچھ بول پڑی ہوں۔ مگر بہت نیک، شریف بچیاں ہیں۔"

"تمہیں کیا پتا۔ میرے گھر میں دو مہینے گزرے۔ ایسے کہ کیا بتاؤں اُف تنگ کر مارا مجھے۔"

"میرے گھر میں تو چھ ماہ سے زیادہ ہو گئے ہیں۔ مجھے کیوں نہ تنگ کیا اور یوں بھی آپ نے ان کے گھر پر ناجائز قبضہ کیا ہوا ہے۔ کرایہ بھی وصول کر رہی ہیں اور حق دار کو اوپر کا ایک کمرہ۔ آپا غور کریں۔ آپ زیادتی کر رہی ہیں۔ میں دستبردار ہوا ہوں اس گھر سے۔ ساجد کا تو حق ہے۔"

"لو اب تم بھی دعوا کرو گے۔ کیا بہن کا حصہ نہیں بنتا۔"

"اصولاً" تو بہن کے حصے میں اوپر کے دو کمرے ہی ہیں۔ قبضہ آپ نے... خیر چھوڑیں۔"

پھپھو منہ پھلائے چچی کی طرف چلی گئیں۔ امی گھبرائیں۔ "لو اب ان سے نہ لڑنے لگیں۔ خواہ مخواہ۔"

"نہیں لڑیں گی۔ وہ بہر حال غاصب ہیں۔ اور سمجھتی بھی ہیں خوب۔"

کچھ دیر بعد پھپھو، چچی کے پاس سے آئیں۔ خوش گوار موڈ کے ساتھ چچی نے بھی خوش دلی سے خدا حافظ کہا۔ ابا جان مسکرا دیے۔ دنیا کتنی عجیب ہے۔ لوگ کیسے بدل جاتے ہیں۔ گیچلی بدلنا شاید اسے ہی کہتے ہیں۔

☼ ☼ ☼

PkPdf.Blogspot.Com

Downloaded From - PkPdf.Blogspot.Com

انسان اپنے مفاد کے لیے بے حس ہو جاتا ہے۔ اسے رشتوں سے تعلق رکھنا بھول جاتا ہے۔ وہ خود غرضی کے بھنور میں چھپ جاتا ہے۔ نتیجہ کچھ بھی ہو۔ دل کی تنہائی ہو یا ذہنی اکیلا پن۔ کس قدر اذیت ناک ہوتا ہے لیکن.... ان کے لیے جو احساس رکھیں۔ آج کی دنیا تنہائی کی دلدادہ تھی۔ اف کاش میں اتنی تنہا نہ ہوتی۔ کوئی میری بہن ہوتی۔ میری اصلی والی بہن۔ ثمین کی سوچ بہت محدود تھی۔ مگر اب اسے صرف اپنے مستقبل کی فکر تھی۔ اعلا تعلیم ابا جان کا ارمان اور شاندار مستقبل خوشحال زندگی۔ ابا جان بیٹی کو بیٹا کہتے ہی نہ تھے۔ سمجھتے بھی تھے۔ اور وہ بھی بیٹا بننے پر فخر کرتی۔ (سوچنے میں کیا حرج ہے) آخری پیپر دے کر خوش خوش واپس آ رہی تھی۔ تمام پیپر بے حد عمدہ ہوئے۔ اپنی قابلیت پر خود کو داد دینے کا دل چاہا۔ خیر ابا جان سے بڑھ کر اور کون داد دے گا۔ رزلٹ آنے پر تو جشن منانا لازمی۔ امی بھی کیا یاد کریں گی۔

وہ گل سے باتیں کرتی آ رہی تھی۔ گل اس کی دوست اور ہم جماعت تھی چند گھر آگے اس کا گھر تھا۔ اپنے گیٹ پر اس نے گل کو خدا حافظ کہا اور پرجوش انداز میں اندر آئی۔ ابا جان کی متوقع پرشوق نظروں کے بجائے سناٹا دروازے پر چچی کی طرف نسریٰ ملی۔

"وہ' وہ تو ہسپتال' چچا جان کی طبیعت خراب.... اسریٰ چچی کے ساتھ۔"

نہ جانے وہ کیا کہہ رہی تھی۔ ثمین بے قرار ہو کر باہر بھاگی۔ آخری بات نے اس کے ہوش گم کر دیے تھے۔

"اسریٰ کا فون آیا تھا چچا جان کو ہارٹ اٹیک...."

گل ابھی اپنے گیٹ پر تھی جب ثمین نے اسے جا لیا۔ گل نے بھائی کو ساتھ لیا۔ اپنی امی کو بتا کر حواس باختہ ثمین کو لے کر نسریٰ کے بتائے ہسپتال کے لیے روانہ ہوئی۔ ابا جان کو ہارٹ اٹیک.... کیسے کیوں؟ کبھی تو کچھ ہوا نہ تھا۔ بہت محتاط زندگی گزارتے تھے۔ اچھی صحت تھی۔ اچھی صحت؟ پھر گل کے بھائی نے امی کو تلاش کر لیا۔ برآمدے میں ایک بنچ پر فکر مند بیٹھی تھیں۔ اسریٰ پاس تھی۔ وہ کیفیت بتانے لگی۔ وہ امی سے لپٹ گئی۔ امی نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

"دعا کرو بیٹا! دعا۔" اسریٰ اور گل آہستہ آہستہ باتیں کرنے لگیں۔

ہسپتال کا مخصوص ماحول' نرسیں' ٹرالیاں' دواؤں کے لیکے۔ اف کون سی دوا ابا جان کو دیں گے کہ وہ فوراً صحت مند ہو جائیں۔ وہ مسلسل دعا کر رہی تھی۔ پھر ایک ڈاکٹر وہاں آ کر کھڑے ہو گئے۔ نہ جانے کیا بول رہے تھے۔ اپنی کاوش' کوشش۔ اللہ کی مرضی کچھ اور بھی افسوس۔

امی دم بخود۔ ان کا رنگ یک لخت اڑ گیا۔ ثمین کے منہ سے نکلا۔

"انکل سرفراز؟"

وہ مڑے۔ "ارے بارلی ڈول؟"

انکل سرفراز انگلینڈ میں پڑوسی تھے۔ بہت دن ساتھ رہا۔ بے تکلفی پھر وہ.... سعودی عرب چلے گئے۔ آج عرصہ بعد دیکھ کر دونوں پہچان گئے۔ مگر ان کا متغیر چہرہ اور الفاظ....

"میں پہچان گیا تھا نام اور چہرہ۔ اجنبی نہ تھا میرے لیے۔ لیکن.... افسوس میں اپنے دوست کو نہ بچا سکا۔ اللہ اللہ نے بس اتنی سانسیں...."

نہ جانے اور کیا کچھ کہتے رہے۔ وہ امی سے لپٹ گئی زور سے۔ "یہ کیا کہہ رہے ہیں انکل۔ بھلا کوئی انکل ایسا ہوتا ہے؟ یہ.... یقین سے دور.... مگر۔"

"میں اس ہسپتال میں دو دن ڈیوٹی دیتا ہوں۔ آج بھی میرا دن تھا۔ کاش میں کچھ کر سکتا۔" وہ بمشکل جذبات پر قابو پا سکے تھے۔

انہوں نے ایمبولینس کا انتظام کیا تھا اور پھر.... قافلے کی شکل میں سب واپس آئے۔ لٹے پٹے قافلے کی مانند۔ اب سب کچھ ختم ہو گیا تھا۔ گھر سنسان ہوا تو وجود میں سناٹے بولنے لگے۔ بھلا ایسا بھی ہوتا ہے؟ اصل تنہائی تو اب شروع ہوئی۔ نہ امی کے پاس اعتراض کا موقع تھا نہ ثمی کے پاس الفاظ۔ بس ایک خاموش معاہدہ تھا۔ ایک شکوہ تھی جو بولا کرتی۔ اس کی

PkPdf.Blogspot.Com

Downloaded From - PkPdf.Blogspot.Com

ضروری التماس!

معزز خواتین وحضرات!

PkPdf.Blogspot.Com کو پسند کرنے کے لئے آپ سب کا بہت بہت شکریہ! ہماری ویب سائیٹ کا مقصد علم وادب کی ترقی وترویج ہے۔ جیسا کہ آپ سب لوگ جانتے ہیں کہ کتابیں پڑھنے کا شوق دن بدن کم سے کم تر ہوتا جا رہا ہے۔ اس امر کی کئی وجوہات ہیں لیکن سب سے بنیادی وجہ کتابوں کی بڑھتی ہوئی قیمتیں ہیں۔ ہمارا اولین مقصد عوام الناس کو اعلیٰ کتابیں اور وہ بھی مفت فراہم کرنا ہے۔ امید ہے آپ سب ہمارے اس عظیم مقصد کی تائید کرتے ہیں۔

کتابوں کی قیمتوں کی وجہ سے اگر آپ کو خریدنے کے بعد کتاب پسند نہیں آتی تو آپ کا اس سے مالی نقصان بھی ہو گا ہمارا مقصد یہی ہے کہ اگر آپ کو ہماری ویب سائٹ سے کوئی کتاب پسند آتی ہے تو رائٹر کو اسکا حق ضرور دیں اور کتاب خرید کر اپنی لائبریری کی زینت بنائیں۔

ہم PkPdf.Blogspot.Com آپ کو نیٹ کی وسیع دنیا سے ہر قسم کی کتابیں فراہم کرتے ہیں۔ ہم بلا معاوضہ آپ کی اور علم وادب کی یہ خدمت سرانجام دے رہے ہیں۔

اس کے جواب میں ہم آپ سے درج ذیل باتوں کی توقع کرتے ہیں۔

۱۔ برائے مہربانی PkPdf.Blogspot.Com کا نام اچھی طرح ذہن نشین کرلیں۔ تاکہ اگر کسی وجہ سے سائیٹ گوگل میں نہ بھی ملے تو با آسانی ہماری سائیٹ تک پہنچ سکیں۔

۲۔ اگر کوئی کتاب پسند آئے تو اسے Share ضرور کریں تاکہ اور دوست احباب بھی اس سے مستفید ہو سکیں۔

PkPdf.Blogspot.Com

Downloaded From - PkPdf.Blogspot.Com

آواز غنیمت تھی ورنہ تعزیت کے لیے چند دن لوگ آئے۔ محلے والے ہمدردی کے لیے آتے رہے۔

چچا کا فون آیا۔ وہ اب امریکہ بیٹے کے پاس چلے گئے تھے۔ ان کو وہاں جاب مل گئی تھی۔ بیٹا اسکالرشپ پر پڑھ رہا تھا۔ وہ بہت سالوں سے وہاں تھا۔ اب امریکی شہری۔

پڑوسیوں نے مشورہ دیا۔ "دیورانی سے کہو۔ کرایہ دیا کریں۔ ان کے حالات اچھے ہیں۔ میاں اور بیٹا بھی کما رہا ہے۔ تمہارا اب کمانے والا رہا نہیں۔"

مگر امی مروت میں کچھ نہ کہہ پائیں۔ اپنی مالی حیثیت کا اندازہ کر کے خانساماں کو جواب دے دیا۔ شکو نے جانے سے انکار کر دیا۔

"بے شک آدھی تنخواہ دے دینا۔ کھانا بھی پکاؤں گی۔ پر جانے کا مت کہنا۔ بی بی جی گھر میں کوئی مرد نہیں رہا۔ چور ڈاکو موقعے کی تلاش میں رہتے ہیں۔ رات کو بھی رہوں گی۔ فکر نہ کرو۔ چوکیداری کا کام بھی کر لوں گی۔"

"تو تم کیا مرد ہو۔" ثمی سے رہا نہ گیا۔ شیخی خوری بڑی آئی بہادر۔

"پر گاؤں والی جانتی تو ہوں۔ دو کو آسانی سے ٹھکانے لگا سکتی ہوں۔" سینہ تان کر بولی۔

"اچھا لان میں سانپ نکلا تو کیا ہوا تھا۔ گھگھی بندھ گئی تھی۔ جانتی کی۔"

"تو سانپ تو پھر سانپ ٹھہرا۔ کاٹ لے تو بندہ ٹیں ہو جائے۔" اف رے حاضر جوابی۔

"امی! شکو سے کہہ دیں۔ رہنا ہے تو تمیز سے رہے۔ میرے منہ نہ لگے۔"

"بی بی! ثمی بی بی کو بتا دو۔ مجھے تنگ نہ کریں زیادہ یہ شرط ہے میری بس۔" دونوں بحث میں مبتلا تھیں۔ امی سر پر ہاتھ رکھے بے بسی کا نمونہ بنی ہوئی تھیں۔

☼ ☼ ☼

بی اے کا رزلٹ آ گیا تھا۔ خوشی سے بے حال گل نے آ کر بتایا۔ ثمی کی اعلا ترین محنت کا صلہ اعلا ترین تھا۔ گل اس سے لپٹی ہوئی تھی۔ ثمی کے دل کو چوٹ سی لگی۔ ابا جان کو.... کتنا انتظار تھا۔ اس کے رزلٹ کا۔ ایسے ہی رزلٹ کا۔ وہ رو رہی تھی۔

"ابا جان ہوتے تو کتنا خوش ہوتے۔ اب کیا فائدہ؟"

"پاگل ہو۔ وہ جہاں ہیں بہت خوش ہو رہے ہوں گے۔" گل نے ایک لڈو اس کے منہ میں ٹھونسا۔ "یہ مٹھائی امی نے تمہارے اور میرے شاندار رزلٹ پر محلے بھر میں بانٹی ہے۔ ابا جان کی خاطر۔ ان کی روح کی خوشی کے لیے کھا لو۔ آنٹی آپ بھی۔" اس نے ڈبا امی کی طرف بڑھایا۔

امی نے آبدیدہ آنکھوں کو پلو سے خشک کیا۔ اور ڈبا لے لیا۔ شکو بھلا کیوں پیچھے رہتی۔

"بی بی! لاؤ مجھے دو ڈبا۔ اصل میں تو اس کی حق دار میں ہوں۔ میں نے منٹ منٹ چائے بنا کر۔ بھی شربت گھول گھول کر پلایا۔ ساری محنت تو میری ہوئی۔ ثمی بی بی کو تو مٹھائی پسند بھی نہیں۔"

اس نے ہاتھ بڑھایا۔ ثمی نے تیزی سے ڈبا امی کے ہاتھ سے چھینا۔ شکو سے کچھ بعید نہ تھا۔ پورا ڈبا کھا جاتی۔

"ہر چیز پر قبضہ۔ اس کا بس چلے تو مجھے بھی کھا جائے کچا چبا کے۔"

"ہٹو۔ کڑوا گوشت کون کھائے؟ ہم برفی کھاتے ہیں۔" اس کا منہ برفی سے بھرا ہوا تھا۔ جو امی نے اس کے پھیلے ہوئے ہاتھ پر رکھ دی تھی۔

"ہاں تم کھاؤ.... رزلٹ تمہارا آیا ہے۔ پڑھ پڑھ کر میں آدھی رہ گئی۔ رزلٹ ان کا ہو گیا۔" وہ مٹھائی لے کر چچی کی طرف چلی گئی۔

گل نے شکو سے کہا۔ "تم واقعی بہت تنگ کرتی ہو ثمین کو۔"

"آپ بھی آزما کر دیکھ لیں۔ وہ اسی طرح ٹھیک رہتی ہیں ورنہ ابھی بیٹھی رو رہی ہوتیں۔"

"مجھے یہ ہنر نہیں آتا۔" گل قدرے مایوسی سے

PkPdf.Blogspot.Com

Downloaded From - PkPdf.Blogspot.Com

بولی۔

"پھر۔ آپ کا رزلٹ بھی میرا ہوا۔" واہ کیا انداز تھا۔ امی ہنس دیں۔

"چلو یہ بھی سہی۔۔۔ میرا رزلٹ تمہارا ہوا۔" وہ بھی شکو کی حاضر جوابی کی معترف ہو گئی۔

چچی کے گھر سے آ کر وہ ڈبا ڈھانک کر رکھ رہی تھی۔ "یہ آپ کے لیے بچا لائی ہوں۔ کہیں شکو نہ کھا لے۔"

"ہاں۔ آدمی نہ کھائے۔ چیونٹیاں بے شک کھا لیں۔" وہ چڑ گئیں۔ "اب گل کی امی کا شکریہ ادا کرو جا کر۔"

"آپ مٹھائی نہیں بانٹیں گی؟"

"کھائی تم نے اور محلے والوں نے بس کافی ہے۔"

اف امی اتنی بے مروت۔ محلے والیاں لیکن اب بھی مبارک باد دینے میں پیش پیش۔ مٹھائی جن تک نہیں پہنچی وہ بھی۔ اس دن بڑا ٹھنڈا ٹھنڈا موسم تھا۔ خوشی جیسے دستک دے رہی تھی۔ کیا ہونے والا ہے۔ کاش پہلے سے علم ہو جایا کرتا تو کتنا مزا آتا۔ لیکن امی مزا کرکرا کرنے میں ماہر تھیں۔

"سنو۔ اماں آ رہی ہیں۔ ان کے سامنے اچھی بچی بن کر رہنا۔ انہیں بحث مباحثہ پسند نہیں۔"

"جی اچھا۔" فرماں برداری سے گردن ہلائی۔ "مگر یہ اماں ہیں کون؟ میں تو جانتی نہیں۔"

"میری اماں ہیں۔ کینیڈا سے آ رہی ہیں۔ کیا تم نے اپنی نانی کا نام کبھی نہیں سنا؟"

"نام آپ نے بتایا ہی نہیں۔"

"اب میں کیا ان کا نام بتاتی۔ بے وقوف۔" وہ دانت پیس رہی تھیں۔

"ہیں؟ بے وقوف؟ یہ کیسا نام ہے؟" وہ ششدر رہ گئی۔ اوپر سے امی چپل لے کر جھپٹیں۔ بھاگنے میں تو تیز تھی۔ نکلی تو سیدھا گل کا راستہ لیا۔

"پتا ہے۔ امی کی اماں آ رہی ہیں کینیڈا سے' توبہ ہے۔ کینیڈا کے لوگوں کے نام کیسے ہوتے ہیں؟ ان کا نام بے وقوف ہے۔"

گل کو زور کی ہنسی آئی۔ اس کی اماں بھی منہ چھپا کر ہنسیں۔ "اسی لیے وہ خفا ہوتی ہیں۔ بیٹا عقل کو بھی کام میں لایا کرو۔ سمجھ بوجھ کر بات منہ سے نکالنی چاہیے۔"

"اچھا اسی لیے مجھے چپل سے مارنے دوڑی تھیں۔ کیا غلط نام بتایا تھا انہوں نے؟"

"امی۔ اس کی بات کا اعتبار نہ کیا کریں۔ کالج میں مشہور ہے۔ بے سمجھے کچھ بھی بول دیتی ہے۔" گل نے کہا۔

گل سے خفا ہو کر گھر آئی۔ شکو دھڑا دھڑ گیسٹ روم کی از سر نو آرائش کر رہی تھی۔ ان بے نام نانی کی متوقع ضروریات کے مطابق۔ گل نے کہا تھا۔ "پاگل یہ نام نہیں ہے۔ بے وقوف تو تم ہو۔"

بہت انتظار کے بعد نانی بے نام کی آمد ہوئی۔ ایئرپورٹ جانا نہیں پڑا۔ جس فیملی کے ساتھ آئی تھیں' وہی پہنچا گئے۔ نانی اور امی کا ملن خاصا دردناک تھا۔ دونوں آنسوؤں سے رو رہی تھیں۔ نانی کے بین بھی چل رہے تھے۔

"ہائے جواں جہان شیر جیسا داماد۔ دنیا سے چلا گیا۔ میں کمبخت بیٹھی رہ گئی۔ بیٹی کو بیوہ دیکھنے سے پہلے میں مر کیوں نہ گئی۔"

نمی کو لپٹا کر اور بھی رونا آیا۔ "لاڈلی بیٹی کو چھوڑ کر جاتے ہوئے دل ہی بند ہو گیا۔ ہائے رے۔"

چچی گلوکوز گھول کر لے آئیں۔ بمشکل نانی کا دل ٹھکانے آیا۔ انہیں ان کی قیام گاہ دکھائی گئی۔ گیسٹ روم۔ انہیں پسند نہ آیا۔

"میں اپنی ننھی کی خاطر آئی ہوں۔ اس سے دور نہیں رہوں گی۔ اس کے کمرے میں سوٹ کیس رکھ دو۔"

امی کے پلنگ پر دھرنا دے دیا۔ سوٹ کیس آیا۔ جو میز پر رکھ دیا گیا۔ نانی کو کبھی بھی کسی چیز کی ضرورت پڑ سکتی تھی۔ اور پڑتی رہی۔

"اے ننھی! ذرا بکس کھول کر اس میں دائیں طرف جو نیلی پوٹلی ہے۔ نکالو۔ ہاں اب اس کے اندر

PkPdf.Blogspot.Com

Downloaded From - PkPdf.Blogspot.Com

سے کالی صندوقچی نکالو۔ ٹھیک۔ اس میں میری سرمے دانی ہو گی۔ سرمہ لگالوں۔ اچھا اب یہ سرمے دانی صندوقچی میں رکھ کر پوٹلی میں رکھ دو۔ جہاں سے نکالی تھی پوٹلی۔ وہیں رکھ دینا۔"

ان کا سوٹ کیس عمر عیار کی زنبیل سے کم نہ تھا۔ چار دن تک چچی بھی اس زنبیل کے پُراسرار رازوں سے واقف ہو گئی تھیں کیونکہ انہیں بھی اس قسم کی خدمات سے بہرہ ور کیا جاتا۔

صندوقچی میں سرمے کے علاوہ سوئی دھاگا۔ چھوٹی قینچی۔ چھوٹا چاقو۔ ٹشو پیپر۔ بلڈ پریشر کی گولیاں۔ پیلی پوٹلی میں ایک خوب صورت ڈبہ تھا۔ ڈھکن اٹھاؤ میوزک سے لطف لو۔ اس ڈبے میں موزے کئی جوڑے۔ تصویروں کا البم' جوشاندے کے پیکٹ۔ ویسلین۔ ریزگاری رکھنے والا چھوٹا پرس۔ بڑی رقم والا بڑا پرس۔ امی نے تو کہہ بھی دیا۔

"اماں! وہاں سے جو چیزیں لے آئی ہیں۔ وہ سب یہاں ملتی ہیں۔ آپ نے خواہ مخواہ وزن بڑھایا۔"

اماں کو ان کا تجزیہ' اعتراض پسند نہیں آیا۔ بولیں نہیں۔ تیسری خالی پوٹلی جو کپڑوں کے درمیانی حصے میں تھی۔ اس میں پیڈ لفافے' قلم' ناخن کترنے والی ستر سال پرانی ناخن گیری۔ آج کل کوئی اسے پہچانتا بھی نہیں۔ گھر والے بھی (ننھی کے سوا) ماموں کی پیدائش پر جو پہلی فراک انہیں پہنائی گئی تھی۔ معہ ماموں کے بچپن کی تصویروں کے۔ کروشیے کی بنی چند اشیاء' ٹی کوزی کور' گلے' آستین' شمیص' ہم غلم۔

شکو کو بڑی ہنسی آئی۔

چاندی کا کٹورہ پانی پینے کے لیے۔ نانی اسی کٹورے میں پانی پیتی تھیں۔ دراصل اس کٹورے کے لیے ہی یہ پوٹلی کھلی تھی۔ کٹورہ باہر نکال لیا گیا۔ میز پر سجا دیا گیا۔ کافی تحائف بھی سوٹ کیس میں سے نکالے گئے۔ سب کا خیال تھا۔ لمبے سفر سے آنے کے بعد نانی آرام کریں گی۔ نیند پوری کریں گی مگر واہ ری نانی۔ بیٹھی باتیں کرتی رہیں۔ لیٹ کر باتیں۔ کروٹ لے کر باتیں۔ غرض باتیں باتیں۔ رات ہوئی امی کے حکم پر وہ نانی کے پیر دبانے لگی۔ انہیں آرام تو آیا۔ نیند نہیں۔

"کچھ دین کے بارے میں بھی جانتی ہو؟" نانی کا نواسی سے سوال۔

"جی۔ نماز روزے کی پابندی کرتی ہوں۔" نواسی مطمئن کرنا جانتی تھی۔

"اچھا۔ شاباش۔ کچھ مسئلے مسائل کے بارے میں بھی پڑھا ہے؟ یا ماں سے کچھ لیا؟"

"ہائیں۔ مسئلے مسائل کیسے لیے جاتے ہیں؟" حیرت بجا۔ سوال بھی۔

"اے ننھی۔ میں نے کہا تیری بیٹی تو بہت غبی لگتی ہے مجھے۔" نانی مطمئن ہو جائیں۔ ایسا ممکن نہ تھا۔

"نہیں اماں! بہت سمجھ دار ہے۔ بس ذرا دیر سے سمجھتی ہے۔" ننھی نے صفائی دی۔

"تو غبی اور کسے کہتے ہیں؟" نانی شاید کچھ اور بھی کہنے والی تھیں۔ نواسی نے روک دیا۔

"نانی! آپ لمبے سفر سے آئی ہیں۔ آرام کریں' سو جائیں۔ تھکن اتر جائے گی اور اگر نیند نہ آئے تو گولی کھالیں۔ بہت آرام کی نیند آئے گی۔ میں گولی لادوں؟"

نانی کو جیسے کرنٹ لگا۔ اٹھ بیٹھیں۔ "ہائیں یہ نیند کی گولی کس لیے کھلانا چاہتی ہے۔ جب نیند آئے گی سو جاؤں گی۔ ڈاکٹری دوا کھا کر مجھے مرنا نہیں ہے۔ میں بیماری میں حکیمی دوا کھاتی ہوں۔ سن لیا۔"

"تو آپ کی نیلی پوٹلی میں یا پیلی میں بلڈ پریشر کی جو دوا ہے۔ ڈاکٹری نہیں ہے؟"

نانی منہ دبا کر ہنسیں۔ "ارے یہ تو دو سال سے میرے پاس یوں ہی پڑی ہیں۔ منیر کے اطمینان کے لیے رکھے رہتی ہوں۔ بلڈ پریشر ہو میرے دشمنوں کو۔"

"ہائیں نانی! یہ اتنی پرانی۔" آنکھیں زیادہ ہی کھل گئیں سن کر۔

"سنو لڑکی! یہ کیا نانی نانی جیسے پڑوس کی بڈھیوں کو نانی دادی کہہ دیا۔"

"تو رشتہ جو ایسا ہے۔ نانی کا۔"

PkPdf.Blogspot.Com

Downloaded From - PkPdf.Blogspot.Com

"اچھا تو رشتے داروں کو رشتوں سے پکارا جاتا ہے؟ جیسے اے چچا زاد بہن آنا ذرا۔ خالہ زاد بھائی بیٹھو' چائے پیو۔ پھوپھی زاد بہن' آیئے تشریف لایئے۔"

نانی سخت ناراض ایکٹنگ مگر زوردار۔ "نانی خاصی ٹیڑھی کھیر ہیں۔" اس نے طے کیا۔

"جو تمہاری ماں کہتی ہے۔ وہی کہا کرو۔"

لو اتنی سی بات سمجھانے کے لیے لیکچر کی افادیت کا سہارا لیا۔ ان کی فطرت سمجھنے کے لیے بہت زیادہ دانش کی ضرورت تھی۔ اور وہ دانش ور بالکل نہ تھی اور نانی اسے دانش ور بنانے کے جتن کر رہی تھیں۔ ہر گزرتا دن اس کی حماقت ان پر عیاں کرتا رہا۔ وہ مایوس ہو گئیں۔ چچی کو نانی سے دلچسپی ہو گئی تھی۔ اور نانی ان کو شرمندہ کرنے میں ذرا نہ جھجکتیں۔ وہ کسی کا لحاظ کرنا نہیں جانتی تھیں۔ سب کو اندازہ ہو گیا تھا۔

"اے ننھی! تم نے یہ عقل مندی کی کہ آدھا گھر کرائے پر اٹھا دیا۔ اکبر کے بعد تو تمہاری آمدنی رہی نہیں۔ چلو اچھا ہے۔ دال روٹی کا سہارا ہوا۔"

چچی کی طرف اشارہ کر کے نانی نے اپنی ننھی کو شاباشی دی۔ وہ شرمندہ ہو گئیں مگر نانی شرمندگی کی شے سے واقف نہ تھیں۔

"میں کہتی ہوں یہ گیسٹ روم بھی کرائے پر اٹھا دو۔ کسی نرس یا ڈاکٹر کو جو دوسرے شہر سے نوکری کے لیے آتی ہیں بچاریاں۔ شریف لوگوں کے گھر تلاش کرتی ہیں۔ ان کے نخرے بھی نہیں ہوتے۔"

"اف نانی کی معلومات مشاہدات تجربات۔ مقالہ جات۔

"اماں! یہ..... بھابھی ہیں۔ میری دیورانی۔" امی نے جھینپ کر تعارف کرایا کہ چچی کو برا نہ لگا ہو۔ ان کا تو واقعی رنگ اڑ گیا تھا۔ نانی مطمئن انداز میں گویا ہوئیں۔

"ہاں ہاں جانتی ہوں۔ تمہارا دیور امریکہ میں ہے۔ خوب کما رہا ہے۔ بیٹے نے بھی نوکری کر لی ہے۔ وہاں فلیٹ بھی خرید لیا ہے۔ انہیں بھی احساس ہے۔ کہ تم دونوں بے سہارا ہو گئی ہو۔ منیر امریکہ میں اس سے ملا تھا۔ اپنے ساجد سے۔ ساجد نے منیر کو بتایا تھا کہ اب بھابھی اور بھتیجی کی ذمہ داری اٹھا رہا ہے۔ بیوی سے کہہ دیا ہے کہ کرایہ دیا کرو اور جو بھی ضروریات ہوں پوری کرو۔ بچی کی تعلیم میں رخنہ نہ ہو۔ آخر میں بیوی بچیوں کو لاکھوں کی رقم بھیجتا ہوں۔ بھتیجی کا بھی پورا حق ہے۔" چچی کا منہ اتر گیا مزید۔

"اے سنو۔ اس نے بتایا کہ میری بیٹیوں کو پڑھنے پڑھانے کا کوئی شوق نہیں ہے۔ آج کل کے زمانے میں..... کون لڑکی پڑھنا نہیں چاہتی۔ حد ہے۔ میں تو ساجد سے ملی ہوتی تو ڈانٹتی..... کہ تمہارا قصور ہے۔ علم حاصل کرنا آج کی ضرورت ہے۔"

اف۔ نانی کی معلومات اور یادداشت۔ لفظ بہ لفظ سنا دیا۔ اور ماموں نے بھی ساری کہانی اپنی اماں کے گوش گزار کر دی۔ جنہوں نے فرائے اور زناٹے سے یہاں سنا دی۔

"اے بھئی بچے بدشوق ہوتے ہیں۔ تب بھی انہیں ماں باپ مار پیٹ کر اسکول بھیجتے ہیں۔ بچوں کی مرضی پر تھوڑی چھوڑتے ہیں۔"

نانی کی داستان بلکہ نصیحت افروز داستان ختم ہونے کے آثار نہ تھے۔ وہ وہاں سے بھاگ آئی۔ چچی کی مجرمانہ خاموشی اور مزید اتری ہوئی صورت دیکھنے کی تاب نہ رہی۔

اگلے دن چچی کچھ رقم لے آئیں۔

"آپ کے دیور کہہ رہے تھے۔ ہم دوسرا گھر لیتے تب بھی تو کرایہ دینا پڑتا۔" امی کے انکار پر انہوں نے کہا۔

مگر امی نے ہرگز نہ لیا۔ شرمندہ ہو رہی تھیں۔

"مجھے ضرورت ہو گی تو آپ سے مانگ لوں گی۔" امی نے کہہ کر واپس کر دی۔

فہمی کو غصہ آ رہا تھا۔ نانی کو جا کر شکایت لگا دی۔

"آپ کی ننھی نے چچی کا دیا ہوا کرایہ واپس کر دیا۔"

نانی کو اللہ موقع دے۔ خوب خفا ہوئیں۔ "کچھ آگے کا بھی سوچ لینا چاہیے۔ لڑکی کی شادی بھی کرنی ہے۔ اتنی مہنگائی ہے۔ جہیز کہاں سے جمع کرے گی

PkPdf.Blogspot.Com

Downloaded From - PkPdf.Blogspot.Com

ننھی۔"

"اماں! آپا کو میرے حالات کا علم ہے۔ وہ رعایت کریں گی۔ بہن ہیں آخر۔ اپنے لوگ تو۔۔۔"

"اس خیال میں نہ رہنا۔ آج کل شادی بھی سودا ہوتا ہے۔ اپنے لوگ سب سے پہلے آنکھیں ماتھے پر رکھ لیتے ہیں۔ رعایت نہ مروت اور عارفہ کا میاں ایک نمبر کا لالچی ہے۔ جہاں فائدہ دیکھا۔ ادھر ہی لڑھکا۔ نانی کیا سمجھانا چاہ رہی تھیں۔ امی کو مگر بہن کا اعتبار تھا۔

ثمی بالوں میں برش کر رہی تھی۔ چپکے سے ایک چور نظر انگوٹھی پر ڈالی۔ یہاں کیا فائدہ نظر آیا؟ بے خیالی میں برش بالوں میں الجھ گیا۔ زور لگایا تو بالوں کا گچھا ہاتھوں میں آگیا۔ بال لپیٹ کر برش میں پھنسا دیے۔

"امی شکو سے کہیے گا۔ بال نکال کر کچرے میں ڈال دے۔ میں کہوں گی تو باتیں بنائے گی۔ اچھی طرح برش صاف کر دے۔" نانی چونک گئیں۔

"ارے کچرے میں کیوں؟ بال ادھر ادھر نہیں پھینکنے چاہئیں۔ تمہارے ہاں تو لان ہے۔ اس میں گڑھا کھدوالو۔ اسی میں سب کے بال اور ناخن کاٹ کر ڈالا کرو۔ میں نے تو کینیڈا میں بھی ایک تھیلا بنا رکھا ہے۔ اس میں سب کے بال اور ناخن جمع کرتی ہوں۔ یہاں پاکستان میں بھی میں نے۔"

"کیوں نانی؟ مطلب اماں کیا کھاد بنانی ہے۔ بالوں ناخنوں کی کھاد۔۔۔ توبہ۔" پھر بری آگئی۔

"چل ہٹ بھئی قیامت کے دن بے چارے فرشتوں کو ایک جگہ سارے بال اور ناخن مل جائیں گے۔ ان کو جا بجا تلاش نہیں کرنے پڑیں گے۔" نانی کی منطق سمجھ میں نہ آئی۔

"فرشتے بالوں کا کیا کریں گے؟ کیا وہ گنجے ہوں گے۔ اپنی وگ بنا کر لگائیں گے؟"

نانی شدید ناراض ہوئیں۔ "ہائے ماں نے کچھ نہ بتایا۔" اب انہوں نے جو نقشہ کھینچا۔ تو اسے فرشتوں پر رحم آنے لگا۔ اف اتنی محنت۔ جگہ جگہ سے بال اکٹھا کرنا۔

"ہاں نا۔ قیامت کے دن جب سارے مردے زندہ کیے جائیں گے۔ اللہ کی عدالت میں ان کو پیش کیا جائے گا۔ تو اصلی صورت یعنی بالوں ناخنوں کے ساتھ صحیح شکل میں پیش کیا جائے گا۔ ہمارے بال ناخن ان کو لگا کر۔" نانی نقشہ کشی کی ماہر تھیں۔

ثمی نے جھرجھری لی اور نانی کے پاس آبیٹھی۔

"اماں! پھر تو جگہ کم پڑ جائے گی۔ جب سارے مردے اپنے میلوں تک پھیلے بالوں۔ گزوں ناخنوں کے ساتھ چلیں گے۔ انہیں تو جگہ بھی زیادہ چاہیے ہو گی۔ پھر اللہ میاں کو دوسری زمین الاٹ کرنی پڑے گی قیامت کے لیے۔ ایک جگہ میں اتنی گنجائش کہاں ہو گی۔ جب سب کے بال ایک دوسرے میں الجھ رہے ہوں گے۔ ناخن دوسروں کے ناخنوں میں پھنس رہے ہوں گے۔ او خدا توبہ توبہ۔ کتنا خوفناک منظر ہو گا۔ سب مردے ایک دوسرے میں گتھم گتھا۔ یعنی پتا ہی نہیں چلے گا۔ کہ کس کے بال کہاں تک ہیں۔ اور کس کے ناخن کہاں الجھ رہے ہیں۔ یعنی کہ ہر مردہ لشتم پشتم گرتا پڑتا۔ دنگل میں مصروف بال ناخن چھڑوانے کے لیے۔ اف یعنی کہ۔۔۔"

تصور ہی اتنا ہولناک تھا۔ تاڑ کر کے نانی کی چپل اس کی پیٹھ پر۔ دو بدک گئی۔ ہوش میں آگئی۔ اب سمجھ میں آیا۔ اس تقریر دل پذیر کی ادائیگی کے لیے موقعہ کیوں مل گیا۔ نانی اس دوران اپنی چپل نیچے سے اٹھانے کی تگ و دو میں تھیں۔ وہ سمجھی امی کی طرح ہنسی چھپانے کے لیے منہ نیچے کیا ہے حالانکہ ہنسی کا نہیں عبرت کا مقام تھا۔ قیامت کا منظر کچھ اتنا ہی دہشت ناک تھا تب ہی تو مولوی لوگ قیامت کے دن سے ڈرتے ہیں۔

"یعنی کہ۔۔۔ کمبخت۔۔۔ جانگلوس۔۔۔ بے دین۔ ارے کچھ نہ پڑھا اس نے کچھ نہ سیکھا۔" نانی کا لیکچر شروع ہو گیا تھا۔ "ننھی! بہشتی زیور منگا کر پڑھائی ہوتی۔ تو اتنی بے خبر نہ ہوتی۔"

کمر کی جلن۔ اف۔ سہلا سہلا کر ادھ موئی ہو رہی تھی۔ چلا پڑی۔ "پڑھا ہے۔ سب پڑھا ہے۔ یہ بھی

PkPdf.Blogspot.Com

Downloaded From - PkPdf.Blogspot.Com

قیامت کہاں برپا ہو گی۔ میدان عرفات میں۔" نانی اسے دین کا علم سکھائے بغیر چپ ہو جائیں۔ ممکن نہیں۔

"اماں! پتا ہے مجھے۔ مگر۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر اب تک کتنے لوگ وہاں ہوں گے۔ کھرب بادس کھرب ہا۔ بلکہ سو کھرب ہا۔ ڈھانچے تو خیر آجائیں گے ان کے بال ناخن نہیں آسکتے۔"

نانی شدید ناراض۔ "دفع جاہل' بے دین' ہوش کر لے جاہل۔"

اس کی فریاد کچھ اتنی دردناک تھی کہ چچی معہ بیٹیوں کے حال معلوم کرنے آگئیں۔ ثمی کی زبانی ساری کہانی سن کر تو جو قہقہوں کا طوفان برپا ہوا کہ قیامت آتی ہوئی ٹھہر جاتی۔

"سارے ہی بے خبرے ہیں نادان۔ قیامت کو مذاق سمجھ لیا ہے۔" نانی لیٹ گئیں۔ خفا لیکن وہ مایوس نہ ہوئیں۔ اگلے دن سے پھر دین کی تعلیم شروع۔

صحابہ کرام۔ اولیاء کرام۔ درویشوں کے واقعات یوں سناتیں جیسے ان کے سامنے گزرے ہوں۔

"کتابوں میں پڑھا ہے۔" کہہ کر سب کو قائل کرتیں۔ ورنہ ثمی کو تو شبہ تھا کہ ممکن ہے وہ کہیں کہ میرے سامنے کے واقعات ہیں۔ کیونکہ یادداشت ان کی غضب کی تھی۔ بچپن کے تمام واقعات تمام جزئیات کے ساتھ۔ اپنے دادا دادی' نانا نانی' والدین کے تمام قصے۔ ان کے آپس کے تعلقات' سارے ان کو ازبر تھے۔ جس سے وہ نواسی کو بھی فیض یاب کرنا چاہتی تھیں۔

اگر وہ نصیحتوں کے پٹارے ذرا دور کر دیں۔ تو پرانے سب واقعات بہت ہی دلچسپ تھے۔ دادا کا غصہ جلال دادی کی طنزیہ جگت بازی۔ نانا نانی کی تکا فضیحتی۔ اپنے والدین کے ٹھنڈے مزاج پُرسکون جنگ کے مزاحیہ واقعات۔ واہ!! ویسے نانی کی ذات بابرکات بے حد مجلسی تھی۔ اب تو محلے بھر کی خواتین باری باری آتیں اور نانی کی دلچسپ باتوں اور مسائل کے حل سے فیض یاب ہوتیں۔ کل کی امی تو باقاعدہ ان کی مرید ہو گئی تھیں۔ اب ابا جان کی زندگی میں آنے والے مہمان نہ جانے کہاں غائب ہو گئے تھے۔ البتہ محلے والیوں کے جمگھٹے لگتے جیسے درس ہو رہا ہو۔ گھر کی بے رونقی مفقود ہو چکی تھی۔ نانی نے غم غلط کرنے کا ڈپلومالیا ہوا تھا۔ اب تو نانی کے فرمودات پر غور کرتے ہوئے ہی وقت گزر جاتا۔ ابا جان کی کمی کسی حد تک انہوں نے پوری کر دی۔ اس کا یونیورسٹی میں داخلہ بھی نانی کا مرہون منت تھا۔ بہت سے زخموں کا مداوا بن گئیں۔ امی بھی خاصی مصروف اور مطمئن نظر آتیں۔ لیکن ایک جملہ جو اول دن سے بیٹی کو تاکیداً سناتی تھیں۔ اب بھی وہی ان کے لبوں پر ہوتا۔

"اماں سے بحث نہ کیا کر ثمی۔ اماں خفا ہو جائیں گی۔ انہیں بحث پسند نہیں۔" مگر ثمی بھلا باز آتی۔

"اچھا تو نانی! پھر قیامت کے بارے میں آپ نے ماموں کے بچوں کو بھی اپنے خیالات سے اسی طرح آگاہ کیا۔ جیسے مجھے۔"

"ہاں تو اور کیا۔"

"اور انہوں نے مان لیا؟"

"کیسے نہ مانتے۔ تمہارے جیسے منکر دین نہیں ہیں وہ۔ مسجد میں نماز پڑھتے ہیں۔" کینیڈین مسلمان بہت ہی معصوم اور پرامن ہیں۔ جب انہوں نے یقین دلایا کہ ماموں منیر بھی ان کی دینی معلومات پر ایمان لے آئے۔ "تمہارے جیسا کٹ حجتی نہیں ہے میرا بیٹا۔"

ویسے اس میں شک نہیں۔ نانی سے بحث میں مزا بہت آتا۔ بسا اوقات بحث بہت بھاری پڑ جاتی۔ امی کے دھمو کے کے بعد۔ شکوی مذاق اُڑاتی ہنسی اور بھی جی جلاتی۔

☼ ☼ ☼

ایک دن تو دھماکا ہو گیا۔ ماموں جان منیر بغیر اطلاع کے آگئے۔ اپنی بہن بھانجی کے سر پر شفقت کا ہاتھ رکھا۔ یوں لگا جیسے حفاظتی سائبان تن گیا۔ نانی کو اپنے ساتھ لے جانے کے لیے آئے تھے۔ نانی کی تو عید ہو گئی۔ وہ ابھی سفر کرنا نہیں چاہتی تھیں۔ اکیلی تو بالکل

PkPdf.Blogspot.Com

Downloaded From - PkPdf.Blogspot.Com

نہیں بلکہ وہ اب کنیڈا جانا چاہتی ہی نہ تھیں۔ یہاں دل لگ گیا تھا۔ نواسی کے ساتھ (واہ رے) اور اتنے محبت کرنے والے موجود تھے۔ (محلے والیاں) اپنا وطن اپنی زبان۔ وہاں کیا دھرا ہے۔ کمبخت ماریاں انگلش میں گٹ پٹ کرتی تھیں۔ آتے ہوئے جاتے ہوئے بھی انگریزی میں سلام۔ منحوس ماریاں۔ اردو تو جیسے گناہ تھی۔ رنگ دار پاکستانی انگریز سمجھتی ہیں خود کو۔

ماموں نے چند دن ملنے ملانے میں لگا دیے پھر سب کو لے کر مری، نتھیا گلی، ایبٹ آباد کی سیر کو روانہ ہو گئے۔ ایبٹ آباد میں ان کی سالی صاحبہ رہتی تھیں۔ وہاں خوب سیریں ہوئیں۔ پہاڑوں پر اوپر سے نیچے باقاعدہ آبادی تھی۔ رات کو لائٹیں روشن ہوتیں تو لگتا چراغاں ہو رہا ہے۔ نانی بہت خوش تھیں۔ خوشگوار ٹھنڈی ہوائیں۔ پھولوں کی بھینی بھینی خوشبو میں لپٹی قدرتی صناعی کے بے مثل مناظر۔ کسی کا دل واپسی کے لیے تیار نہ تھا۔ مگر واپس آنا تو تھا۔

واپس آکر ماموں نے واپسی کی ٹھانی۔ نانی واپسی کے لیے تیار نہ تھیں۔ روز بہانہ بناتیں۔

"رات سر میں اتنی کھجلی ہوئی۔ دو بجے ننھی کو جگایا۔ اس نے کنگھی کی۔ تیل لگایا۔ پھر صبح سوئی میں بتاؤ وہاں جہاز میں کھجلی ہوئی تو..... مسافر تو چھوڑو۔ ایئر ہوسٹس کیا کہے گی کہ بڑی بی کی عمر دیکھو اور جوؤں کی یلغار۔ لو بھلا۔ بدنامی سی بدنامی۔"

کبھی آنکھوں کا توازن بگڑ جاتا۔ "ایک کے دو دو نظر آرہے ہیں۔ یہ مہینہ ہے ہی منحوس۔ ایئر ہوسٹس آئے گی۔ مجھے دو نظر آئیں گی۔ تو کون سی سے چائے کا کہوں گی۔ پاگل سمجھے گی مجھے۔"

ماموں بھی جانتے تھے۔ ٹالتے رہے۔

ثمین نے پوچھ لیا۔ "ماموں! آپ نانی کی ہر بات پر یقین کر لیتے ہیں۔"

ماموں مسکرائے۔ "بے شک ماں کو جھٹلانے کا گناہ کر کے جہنم تو نہیں خریدوں گا۔"

"خواہ..... کچھ بھی یعنی قیامت کے جو مناظر دکھائے انہوں نے۔" اس نے پورا نقشہ کھینچا۔

ماموں کھل کر ہنسے۔ "اچھا، مجھے تو کبھی نہیں بتایا۔ اصل میں وہ سوچتی بہت ہیں۔ کہانیاں بناتی ہیں۔ اور اپنی سوچ پر انہیں یقین ہوتا ہے۔ یہ ان کی عمر کا تقاضا ہے۔ مشاہدات و تجربات سے مزید رہنمائی ملتی ہے۔ ان کی مثبت سوچ کا یہ نتیجہ ہے کہ اپنی بہو اور پوتوں کے ساتھ مثالی سلوک اور تعلق ہے۔ گھر امن امان کا گہوارہ ہے۔ اماں کے یہاں آجانے سے یقین کرو بہت ویرانی ہے ہمارے گھر میں، بے رونقی سی ہے۔"

اسے یقین تھا۔ ایسے ہی ہوگا۔ ساری رونق تو یہاں تھی۔

☼ ☼ ☼

یونیورسٹی میں پہلا باقاعدہ آغاز، تعارف در تعارف اچھا لگ رہا تھا۔ مگر گھر آکر اندوہناک خبر ملی۔ نانی صبح دیر تک نہیں اٹھیں تو۔ ماموں سمجھے رات کو کچھ بے چینی رہی ہوگی۔ لیکن وہ خاموش ہو چکی تھیں۔ ہمیشہ کے لیے۔ ڈاکٹر نے آکر تصدیق کی۔ ان کا سانس دو گھنٹے پہلے ہی رک گیا تھا۔ دل خاموش۔ وہ نانی جو گھر میں بلبل کی طرح چہکتی تھیں۔ اب وہ بلبل خاموش تھی۔ امی نے بتایا رات کو کہہ رہی تھیں۔

"مجھے کینیڈا میں ڈبے میں بند ہو کر دفن نہیں ہونا اور ڈبہ بھی کھڑا کر دیتے ہیں۔ یہ بھی خیال نہیں کرتے کہ مردہ لیٹنا چاہے تو۔ بھئی کھڑے کھڑے تو زندہ بھی تھک جاتا ہے۔"

ماموں انتہائی رنجیدہ سر جھکائے بیٹھے تھے۔ امی بمشکل ضبط کر رہی تھیں۔ ثمی کو یقین نہیں آرہا تھا۔ اچھی بھلی سوئی تھیں۔ کیسے یک دم انسان دائمی سفر کے لیے روانہ ہو جاتا ہے۔ ابا جان بری طرح یاد آئے۔ نانی نے کس طرح سب کو بہلائے رکھا تھا۔ غم گساری یوں بھی ہوتی ہے۔ آتے ہی مقبولیت کے ریکارڈ قائم کر دیے۔ گھر آنا "فانا" لوگوں سے بھر گیا۔ محلے والے۔ پڑوسی۔ دور نزدیک کے رشتے دار۔ ماموں بے حد مصروف ہو گئے۔ وہ جو بیٹی اور نواسی کا غم سمیٹنے آئی تھیں۔ اپنا کام کر کے منزل کی طرف روانہ

PkPdf.Blogspot.Com

Downloaded From - PkPdf.Blogspot.Com

ہو گئیں۔

جنازہ اٹھا تو غم سے امی کی ہچکیاں لگ گئیں۔ غم بٹانے والی۔ اپنا غم دے گئیں۔ ابا جان کے بعد ایک اور چاہنے والی ہستی جدا ہو گئی۔ خالہ کا فون آسٹریلیا سے آیا۔ چچا کا تعزیت کا۔ لوگ آتے جاتے رہے۔ کئی دن بہت سے لوگ آئے۔ مگر رونق مفقود۔ امی صدمے سے چور، ماموں افسردگی کی تصویر۔

"کیا قدرت اسی لیے مجھے لائی تھی۔" بار بار یہی کہتے۔ پھر چونک گئے۔ "شکر ہے میں آگیا تھا۔ تم کس طرح سارے کام کرتیں اور میں پچھتاوے میں زندگی گزارتا۔"

امی کو بھی احساس تھا۔ وہ اکیلی یہ فریضہ کیسے ادا کرتیں۔ کیا محلے والوں سے مدد لیتیں۔ مجبوراً"۔ آج بھائی کی موجودگی غنیمت لگ رہی تھی۔ اللہ نے مدد کی بھائی کو بھیج دیا اور اماں کا ارمان۔ وطن کی مٹی نصیب ہوئی۔ جا کر قبر میں لیٹ گئیں۔

امی کو پچھتاوا۔ "میری وجہ سے آئی تھیں۔ میرے گھر سے جنازہ اٹھا۔" جہاں ماں کی محبت شفقت سے محرومی کا دکھ تھا۔ وہیں اپنے گھر سے جدائی کا قلق۔

"گھر میں کیسی بہار سی تھی ان کے دم سے۔ رونق اور برکتیں ساتھ لے گئیں۔" محلے بھر کی خواتین کو بھی بے حد افسوس اور قلق تھا۔

"کس طرح سب سے گھل مل جاتی تھیں۔ مسائل کا حل بتاتیں۔ کسی کو کفایت کے گر سکھاتیں۔ کسی کو بہو سے بنا کر رکھنے کی تدبیر، کسی کو ساس نندوں کو خوش کرنے کی کارآمد تدابیر۔

خواتین جب آتیں ان کی صلاحیتوں کے گن گاتیں۔

"میں نے ان سے کہا اماں! میرے میاں بہت غصے والے ہیں۔ میری لڑائی ہوتی ہے روز۔" تو کہنے لگیں۔ برداشت کی عادت ڈالو۔ زبان قابو میں ہو تو معاملہ سلجھ جاتا ہے۔ زبان ہی فتنہ ہے۔ میں نے ان کی نصیحت پر عمل کیا تو یقین کرو، میاں کا مزاج بھی اعتدال پر آگیا۔"

سب کی زبانیں اماں کی تعریف توصیف اور قابلیت کو سراہ رہی ہوتیں۔ تمین کو بھی قلق تھا کہ اس نے خود ان سے کچھ نہ حاصل کیا۔ خود کو عقل کل سمجھ کر بحث کرتی رہی۔ واقعی آدمی کے گزر جانے کے بعد اس کی قدر ہوتی ہے۔

ماموں بھی چند دن بعد چلے گئے۔ بچی کھچی بہار رخصت ہوئی۔ البتہ ثمی کا اکاؤنٹ کھلوا کر کافی رقم جمع کروا دی۔

"اماں نے کہا تھا، ثمی کی تعلیم کا بار اٹھالو۔ ان کی خواہش پوری کرنا۔ میرا آخری فرض ٹھہرا۔ میں بوقت ضرورت اور رقم اکاؤنٹ میں بھیجا کروں گا۔ جب تمہیں ضرورت ہو۔ تو بلا تکلف فون کر دینا۔"

خالہ بھلا کیوں نہیں آئیں۔ ایسے وقت پر بھائی بہن کو بڑے بہن بھائی کی موجودگی سے تقویت ہوتی ہے۔ غیروں کی طرح فون پر افسوس۔ یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔

اور وہ صاحب زادے سہیل نہ جانے کس دنیا کے باسی تھے۔ خالہ سے بات کرتے نہ منگیتر سے، پتا نہیں خالہ نے ان کی کس طرح پرورش کی ہے۔ یوں تو ابا جان نے کئی بار موصوف سے بات کی تھی اور مطمئن ہو گئے تھے۔ مگر اسے یہ بے نیازی کھٹک رہی تھی۔ امی کو بھی کوئی پروا نہ تھی۔ انہیں اپنی آپا پر بہت بھروسا تھا۔ ہونا بھی چاہیے۔

☼ ☼ ☼

پھر گھر میں ایک تغیر آیا۔ خوشگوار ہوا کا جھونکا۔ چچی کے ایک چچا کی معرفت نسرین کا رشتہ آیا تھا۔ چچی نے آ کر بتایا کہ چچا کے ہاں جا کر ہی بات ہو گی۔ دونوں بیٹیوں کو لے کر فوراً" چلی گئیں۔

شکو نے بھنویں تان کر خیال آرائی کی۔

"بی بی! مجھے تو دال میں کالا کالا دکھتا ہے۔ بھلا دوسروں کے گھر بیٹیوں کے رشتے طے کیے جاتے ہیں؟"

امی کو تو کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ کالا نہ سفید۔ یہ

PkPdf.Blogspot.Com

Downloaded From - PkPdf.Blogspot.Com

محترمہ خوامخواہ فکر میں مبتلا ہو گئیں۔ ہر معاملے میں دخل اندازی۔ اب گھر میں کوئی مرد نہیں تو چچی کو اپنے چچا کا سہارا لینا پڑا۔ یہ استدلال بھی شکو نے رد کر دیا۔

"لڑکی کے باپ کو خود دیکھ بھال کرنی چاہیے۔ بوڑھے چچا کو تو نہ دکھائی دیتا ہو گا۔ نہ سنائی دیتا ہو گا۔ بچارے کیا طے کریں گے۔"

وہ تو باپ کی ذمہ داری پر لیکچر دینے کو تیار تھی مگر ثمین نے امی سے شادی میں پہننے کے کپڑوں کا تقاضا کر دیا۔ مہندی' شادی' ولیمہ۔

چچی آئیں تو وہ روڑی۔ نسریٰ سے پوچھا۔ "کیا ہوا؟ بات طے ہوئی ہے۔"

نسریٰ شرما گئی۔ "ہوں!" مختصر جواب۔

چچی کمرے میں کپڑے پھیلائے ازحد مصروف۔ کسی سوال کا جواب خاطر خواہ نہ دیا' اپنی الجھنوں کا ذکر کرتی رہیں۔ واقعی چچا آخر کیوں نہیں آجاتے بیٹی کو رخصت کرنے۔ لیکن ابھی امی سے بھی جواب سوال نہ ہوئے تھے کہ کچھ سامان لے کر وہ پھر چلی گئیں۔ اسریٰ تو آتی ہی نہ تھی ورنہ ضرور سب کچھ بتا دیتی۔

ثمی یونیورسٹی میں مصروف تھی۔ امی کو اتنا علم ہو گیا کہ چچی کے چچا ہی شادی کا انتظام کریں گے۔ ان ہی کی معرفت رشتہ ہوا ہے۔ امی خاصی پریشان ہو گئیں۔ سوچ میں ڈوب گئیں۔

"بھابھی کی بیٹی کی شادی کا انتظام ان کے چچا کر رہے ہیں۔ میرے تو کوئی چچا بھی نہیں اور میری بیٹی کے چچا تو... اپنی بیٹی کی شادی میں نہیں آرہے۔ سنا ہے کہ سادگی مد نظر ہے۔ مہندی مایوں سب خرافات رسمیں ہیں۔ اصراف بے جا اور لغو۔ اسلام میں لغویات کی ممانعت ہے۔" کون اعتراض کرتا۔

☼ ☼ ☼

شادی ہال میں خوب رونق تھی۔ بے حد آرائش' غیر ضروری چکا چوند۔ پھولوں کے گلدستوں کی قطاریں۔ اس سلسلے میں اصراف بے جا کا خیال نہیں آیا۔ اسریٰ تو مہمانوں کی خاطر میں ازحد مصروف تھی۔

مہمان زیادہ تر تو چچی کے عزیز ہی تھے۔ کچھ وہ بھی تھے۔ جو ابا جان کی زندگی میں خوب آیا کرتے تھے۔ امی کی خاطر داریوں کا لطف لینے۔ ظاہر ہے ابا جان کے رشتے دار چچا کے بھی ہوئے۔ سب امی سے مل رہے تھے۔ تعجب تو یہ تھا کہ محلے والوں میں سے کوئی نہ تھا۔ حالانکہ چچی کے سب سے اچھے تعلقات تھے۔ وہاں اسے اپنی ایک کلاس فیلو مل گئی۔ دونوں پچھلی سیٹوں پر بیٹھ کر مہمانوں پر تبصرہ کرنے لگیں۔

"ہائے اللہ کل ہی آجاتی۔ بڑا مزا آتا۔"

"لو محلے والوں کو کون بلاتا ہے۔" مہ رخ نے کہا۔ "رشتے دار ہی اتنے ہو جاتے ہیں۔ پھر اپنی گنجائش بھی دیکھنی پڑتی ہے۔ نہیں ہو سکا ہو گا زیادہ انتظام۔ حالانکہ یہ جو فضول نمائش کی ہے لائٹوں اور پھولوں کی بھرمار۔ لاکھوں میں ہو گی۔"

مہ رخ زیادہ سمجھ دار تھی۔ مگر وہ بتا نہ سکی کہ چچا اور ان کا بیٹا تو امریکن ڈالروں میں کھیلتے ہیں۔ کمی تو نہیں ہے۔ بلکہ گنجائش سے بہت زیادہ کما رہے ہیں۔

وہ چپ رہی۔ پھر بارات کی آمد کا غلغلہ اٹھا۔ کیمرے ادھر ادھر بھاگ دوڑ میں مصروف ہو گئے۔ سب سے آگے دولھا میاں دوستوں کے جلو میں داخل ہوئے۔ ڈھول ڈھماکوں کے ساتھ۔ پھر ان کا مردانہ جلوس ساتھ والے پورشن میں چلا گیا۔ مردانہ' زنانہ الگ رکھا گیا تھا۔ مردوں کے قافلے گزر گئے۔

اب خواتین کا جلوس نمودار ہوا۔ ثمی نے امی کو چچی اور اسریٰ کے ساتھ پھولوں کے ہار لیے گیٹ کے پاس کھڑا دیکھا۔ وہ بھی اپنی جگہ سے آگے کو ہوئی۔ پھر اس نے امی کی آواز سنی۔

"ارے آپا! آپ' آپ کب آئیں قطر سے؟"

حیرت اور تاسف سے لبریز ان کی آواز۔ اس نے بھی خالہ کو سب سے آگے دیکھ لیا تھا جو کچھ بوکھلائی ہوئی تھیں۔

"ہاں وہ' ارے ماہا! بچی کو دیکھ۔" کہتے ہوئے چچی کے ہاتھوں سے مسکرا کر ہار پہنتی ہوئی وہ آگے بڑھ

PkPdf.Blogspot.Com

Downloaded From - PkPdf.Blogspot.Com

گئیں۔ ثمی کو پہچانے بغیر۔ (شاید) سامنے سے گزر گئیں۔ زنانہ اسٹیج کی جانب۔

چچی کے جلو میں خالہ اور ماہا ان کی بیٹی' یہ یہاں کیا کر رہی تھیں۔ پھر چچی انہیں سمدھنوں والے صوفوں کی طرف لے گئیں۔ عزت و احترام کے ساتھ۔ ماہا نے تو اسے پہچانا بھی نہیں۔ اسریٰ بھی.... صاف لگا کہ منہ چھپا رہی ہے۔ پھر اسٹیج پر خالہ اور ماہا چند خواتین کے ساتھ بیٹھی نظر آئیں۔

خالہ مسلسل محو گفتگو تھیں' پتا نہیں کس کے ساتھ۔ شاید وہ کچھ پریشان تھیں یا مصروف نظر آنے کی فضول کوشش۔ خالہ کا رویہ.... اسے عجیب لگا۔ کچھ چبھن سی ہوئی۔ یہ ماجرا کیا ہے؟ نانی کی وفات پر تو آ نہیں سکیں۔ اسریٰ کی بارات میں بیٹی سمیت.... یہ ماہا کی سسرالی تقریب تو نہیں؟

پھر شور ہوا۔ اب دلہن چند لڑکیوں کے گھیرے میں اندر آ رہی تھی۔ اسریٰ؟ ہاں ساتھ ساتھ' سب سے آگے۔ حیرانی' کسی نے کہا ہی نہیں کہ چلو ثمی دلہن کو لے آئیں۔ اسریٰ نے بھی.... اجنبیت کا نقاب چہرے پر صاف نظر آ رہا تھا۔ یہ ماجرا کیا ہے۔ وہ یقیناً "ہونق" نظر آ رہی ہوگی۔

دلہن کو اسٹیج پر بٹھا دیا گیا تھا۔ قہقہے لگ رہے تھے اور ثمی بچاری دم بخود بھول بھلیوں میں بھٹک رہی تھی۔ پھر مائیک کھل گئے۔ نکاح کا خطبہ۔ پھر ایجاب و قبول.... دولہا کا نام صاف طور پر سماعت سے ٹکرایا۔ ثمی بوکھلا گئی۔ مہ رخ کا شانہ دبوچ لیا۔

"امی' امی کہاں ہیں؟"

اسے امی کی مدد کی ضرورت تھی۔ امی اس سے بھی پچھلی رو میں شروع میں ہی بیٹھی تھیں۔ شاید وہ بھی خالہ سے مل کر آگے جانے کے بجائے قریبی سیٹ پر بیٹھ گئی تھیں۔ شاید نقاہت کے سبب۔ وہ ثمی کی طرح کسی بھول بھلیوں کے اسرار میں نہیں گم ہوئیں۔ انہیں شک ہو گیا تھا بلکہ یقین تب ہی وہ جو قریبی سیٹ نظر آئی' اس پر جم گئیں۔

ثمی نے تیزی سے آ کر ان کو تھام لیا۔ ان کا چہرہ زرد تھا۔ ہلکی ہلکی کپکپاہٹ سے ہونٹ کھل گئے تھے۔ ثمی کو نہیں' دراصل امی کو مدد کی ضرورت تھی۔ سہارے کی۔ کسی اپنے کی قربت کی خواہش۔ ان کے اپنے اسٹیج پر مبارکبادیں وصول کر رہے تھے۔

ثمی نے امی کو پکڑ لیا۔ ان کی اپنی بیٹی مدد کے لیے آ گئی تھی۔ انہیں سہلا رہی تھی۔ ہمت بڑھا رہی تھی۔ وہ جو خود کمزور تنکا تھی' ماں کے سہارے کی محتاج۔ آج مضبوط سہارا بن گئی۔

مہ رخ بھی آ گئی۔ اس نے ان کی کیفیت دیکھ کر بیرے سے ایک گلاس پانی منگا کر انہیں پلایا۔ پھر امی کا ضبط جواب دے گیا۔ وہ رونے لگیں۔ عجب نقاہت تھی۔ سینکڑوں لوگوں سے بھرے ہال میں تنہائی محسوس ہو رہی تھی۔

"آنٹی کو کیا ہو رہا ہے ثمین؟ میرا خیال ہے انہیں گھر لے جاؤ۔ میں ابو سے کہتی ہوں' وہ پہنچا دیں گے۔"

"نہیں مہ رخ! ابھی ٹھیک ہو جائیں گی۔ چچی کو مبارک باد دے کر پھر چلے جائیں گے۔ امی سنبھالیے خود کو۔ کیا ہو گیا ہے۔ چلیں ہمت کریں۔ چچی اور خالہ کو مبارک باد دیں۔"

وہ ڈر گئی تھی۔ ہمت ہار کر امی کچھ ایسا نہ کریں کہ سب کے سامنے شرمندگی ہو۔

اف۔ خالہ کی بے نیازی۔ مصنوعی بے رخی۔ انگوٹھی کسی کو۔ نکاح کسی سے۔ پلکوں میں چبھن ہونے لگی۔ وہ اپنی کیفیت سے خود بھی لاعلم تھی۔ گلا خشک ہو رہا تھا۔ اس نے سہیل کو تو کبھی بچپن میں دیکھا تھا۔ پھر اب.... اندر سناٹا کیوں پھیل رہا تھا۔ لیکن اس پر ماں کی ذمے داری تھی۔ انہیں بہلانا تھا۔ حوصلہ بڑھانا تھا۔ اب نانی تو نہیں آئیں گی ہمیں سنبھالنے۔ ہمیں خود ہی سنبھالنا ہوگا۔ اپنی مدد آپ۔

مہ رخ امی سے ادھر ادھر کی باتیں کر رہی تھی۔ وہ سمجھ گئی تھی کہ کوئی غیر معمولی واقعہ آنٹی اور ثمی کو بے چین کر چکا ہے۔ وہ ان کی توجہ دوسری باتوں کی طرف مبذول کرا رہی تھی۔ مہ رخ' چچی کی چچی کی

PkPdf.Blogspot.Com

Downloaded From - PkPdf.Blogspot.Com

بھتیجی تھی۔ یعنی جن چچا کے گھر رشتہ طے ہوا تھا۔ ان چچا کے تو عزیز مدعو تھے ہی کہ چچی کے بھی عزیز تھے۔ مگر چچی کی چچی کے میکے والے بھی بلائے گئے تھے۔ تبھی تو اس قدر ہجوم تھا۔ اچھا پھپھو نظر نہیں آئیں۔ کیا انہیں بھی پُراسرار طور پر ہماری طرح بے خبر رکھا گیا تھا۔

کھانے کا اعلان ہو رہا تھا۔ مہ رخ چلی گئی۔ امی نے ثمی سے کہا بھی کہ جا کر کھالے۔ لیکن وہ دیکھ رہی تھی۔ امی کو نقاہت ہو رہی ہے۔ وہ ہمت بحال کرنے کی کوشش میں بے حال ہو رہی تھیں۔ ثمی کا رویہ دیکھ کر انہیں کچھ تقویت ہوئی۔ مہ رخ ایک بیرے کے ساتھ کھانا لیے آرہی تھی۔ میز پر کھانا رکھ کر بیرا چلا گیا۔ مہ رخ بہلا پھسلا کر امی کو کھانا کھلانے میں کامیاب ہو گئی۔

ثمی کے حلق میں لقمہ چبھ رہا تھا۔ کانٹے کی طرح۔ پتا نہیں کیوں؟ وہ خود اپنی کیفیت سے لاعلم تھی۔ چچی لپکی ہوئی آئیں۔

"بھابھی! کیسی طبیعت ہے؟ مجھے تو اس بچی مہ رخ نے بتایا۔ تو میں نے کھانا بھیج دیا۔ میں ذرا ادھر مہمانوں کو ذرا....."

امی ان کی بوکھلاہٹ پر خود جیسے قوت بحال کر چکی تھیں۔ کھڑی ہو گئیں۔ چچی کو گلے لگا کر مبارک باد دی۔ "بس بھابھی پیرسن ہو گئے تھے تو یہیں بیٹھ گئی۔"

وہ چچی کو مطمئن کرنے میں کامیاب ہوئیں یا نہیں چچی نے ان کی معذرت قبول کی یا نہیں۔ مگر ثمی سے کہا۔

"آؤ ثمی۔ نسریٰ کے ساتھ کھانا کھالو۔ وہ پوچھ بھی رہی تھی کہ..... اس کی سہیلیاں اسے کھلا رہی ہیں کھانا۔ وہ بچی کب کچھ کھا رہی ہے۔ نکاح کے وقت اتنا روئی کہ لینے کے دینے پڑ گئے۔ اب بھی..... رخصتی کے خیال سے روئے جا رہی ہے۔ آنسو نہیں تھمتے اس کے۔ اچھا بھابھی میں چلوں۔ وہ مہمان کھانا ذرا۔"

وہ چلی گئیں۔ خواہ مخواہ اپنا وقت ضائع کیا۔ جس بچی کے آنسو نہ تھمے تھے۔ وہ اسٹیج پر سہیلیوں کے جھمگھٹے میں دور سے ہی دانت چمکا رہی تھی۔ اس کے دانت واقعی خاصے لمبے تھے۔ آج بطور خاص دیکھے۔ شاید خوشی میں یوں ہی ہوتا ہو گا۔ دانت لمبے ہو جاتے ہوں گے اور یہ سہیلیاں کہاں سے دستیاب ہو گئیں اچانک۔ کبھی تو کسی کا نام نہ سنا تھا۔ نہ رخ پر نور کبھی نظر آیا۔ ہاہ۔

دولہا اپنے دوستوں کے ہمراہ زنانے حصے میں داخل ہو رہا تھا۔ اسریٰ، ماہا ساتھ تھیں۔ ان لوگوں کے سامنے سے گزر گیا تو خالہ بھی آگئیں۔ بیٹے کا ہاتھ تھام کر آگے بڑھ رہی تھیں پھر اسٹیج پر دلہن کے ساتھ بٹھا کر خود بھی پہلو میں براجمان ہو گئیں۔ تصویریں کھٹا کھٹ لی جا رہی تھیں۔

اسٹیج پر سلامی کی رسم ہو رہی تھی۔ (اصراف بے جا ارے دولہا اتنی قیمتی چیز لے کر جا رہا ہے۔ دلہن۔ کسی کی انمول متاع، ماں باپ کا دُرِ نایاب۔ سلامی کیوں؟)

"امی! اٹھیں۔ سلامی ہو رہی ہے۔ آپ جو لفافہ لائی ہیں، دے دیں جا کر۔"

چچی بھی آگئیں بطور خاص مدعو کرنے۔ "بھابھی آیئے، سلامی ہو رہی ہے۔"

ثمی نے معذرتی لہجے میں کہا۔ "چچی! ہم آہی رہے تھے ادھر۔ امی کو کمزوری محسوس ہو رہی ہے اس لیے آہستہ آہستہ آتے ہیں۔"

چچی نے بغور ثمی کو دیکھا۔ ثمی نے فوراً خوشی سے معمور لہجے میں کہا۔ "چچی! نسریٰ کا میک اپ کہاں سے کروایا ہے۔ بہت پیاری لگ رہی ہے۔"

چچی نہال ہو گئیں۔ وہ روغن قاز ملنے پر خود کو داد دینے لگی۔ مہ رخ نے اسے کہنی ماری۔

"واہ، میک اپ فضول لگ رہی ہے۔ دانت دیکھو، کتنے لمبے ہیں۔ کسی نے کہا نہیں۔ منحوس۔"

ثمی نے مہ رخ کو گھورا۔ "تمہیں کیا، اس کی ساس کو اس کے لمبے دانت ہی پسند آئے تھے۔"

"جب کاٹے گی ان ہی دانتوں سے تو چیخیں ماریں گی ساس اماں۔"

PkPdf.Blogspot.Com

Downloaded From - PkPdf.Blogspot.Com

ثمی کو ہنسی آگئی۔ امی کو لڑکیوں کی مزاحیہ باتوں نے حوصلہ دیا۔ وہ اسٹیج پر چڑھ گئیں۔ وہاں بے ہنگم شور تھا۔ چچی خوشی سے نہال تعارف کروا رہی تھیں۔ جیسے سہیل اجنبی ہو۔

"یہ نسریٰ کی بڑی تائی ہیں۔ تم جانتے تو ہو۔" واضح طور پر ہنسیں۔ خوش مزاجی کا مظاہرہ کامیاب رہا۔ دولھا سٹپٹا کر کھڑا ہوا۔

"میں شاید تمہاری خالہ ہوں اگر تم پہچانتے ہو تو۔"

دولھا بے چینی سے ادھر ادھر دیکھ رہا تھا۔ اسے ماں بہن کی کمک درکار تھی۔ چچی نے پکارا۔

"ارے یہ ثمی کدھر ہے۔ آؤ نا ثمینہ بیٹی! بہنوئی سے ملو۔ تم وہاں منہ چھپائے کیوں کھڑی ہو۔" ثمینہ بیٹی پہلی بار اس کا پورا نام انہوں نے لیا تھا۔

وہ اچک کر اسٹیج پر چڑھی۔ "منہ کیوں چھپاؤں گی چچی! سامنے تو کھڑی تھی' آپ کے بلانے کا انتظار کر رہی تھی۔"

امی دولھا کو سلامی کا لفافہ دیتے ہوئے گلوگیر آواز میں کہہ رہی تھیں۔

"نسریٰ کے دولھا کے لیے سلامی لائی تھی۔ اگر معلوم ہوتا تو بھانجے کے خیال سے زیادہ لاتی۔ پتا نہیں رازداری میں کیا مصلحت تھی۔ آپا اتنی غیریت برتیں گی۔ امید نہ تھی۔"

دولھا پر شرمندگی کا بوجھ آگرا۔ سر جھکا لیا۔ چچی بلند آواز میں کہنے لگیں۔

"اور بیٹا سہیل! یہ ثمینہ! نسریٰ کی دوسری بہن۔ تمہاری سالی نمبر دو۔ سوچا تعارف کرادوں۔" چچی خوشی میں سرشار تھیں۔

ثمی کا چہرہ تپ گیا۔ اس نے انگلی سے انگوٹھی نوچ کر نکالی۔ چچی کو دکھا کر دولھا کے ہاتھ میں دیتے ہوئے کہا۔

"چچی! اس وقت بہنوئی نمبر ون کو دینے کے لیے اس تحفے کے سوا میرے پاس اور کچھ نہیں۔"

چچی کی ہنسی کو بریک لگ گیا۔ دولھا کی آنکھیں اس پر ٹک گئیں۔ سرسراتی آواز میں بولا۔

"تم ثمی....؟"

اسے ہنسی آگئی۔ "ٹھیک پہچانا۔ مزید خالہ سے پوچھ لیں۔ اگر انہیں یاد ہو۔"

وہ فوراً ہی مڑ کر امی کا بازو تھام کر نیچے اتر آئی۔ چچی نے پکارا۔

"گروپ فوٹو کے لیے آپ کو آنا ہوگا بھابھی۔" مگر امی میں ضبط کی تاب بھی نہ رہی۔ خالہ کو مبارک باد دینے کی حسرت ہی رہ گئی۔ امی نے کمزور آواز میں کہا۔

"اب بیٹھا نہیں جائے گا۔ گھر چلو۔"

نہ جانے خالہ کس مسئلے میں الجھی ہوئی۔ نظر آ رہی تھیں۔ خواتین کے جمگھٹے میں۔ شاید بہن' بھانجی سے منہ چھپانا مقصود تھا۔

مہ رخ نے کہا۔ "میں ابو کو لے کر آتی ہوں۔ جب تک وہ گاڑی گیٹ پر لائیں گے۔ تم آنٹی کو باہر لے آؤ۔ آرام سے۔"

تکلفاً" بھی وہ مہ رخ کو منع نہ کر سکی۔ امی بہت تکلیف میں تھیں۔ آہستہ آہستہ انہیں باہر لائی۔ مہ رخ گاڑی کے پاس کھڑی تھی۔ مہ رخ اگلی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ پھر راستے سے میڈیکل اسٹور سے مہ رخ کے والد نے کوئی دوا خریدی اور ثمی کو دے کر تاکید کی۔

"گھر جاتے ہی کھلا دینا۔ مجھے یہ ٹھیک نہیں لگ رہیں۔ دوا سے سکون ملے گا۔"

اف غیروں کو بھی احساس ہے لیکن اپنے لوگ طرح طرح سے اذیتیں دینے کے ماہر۔ یہ کیسے لوگ ہیں۔ کیسی دنیا ہے۔ رات امی دوا کے اثر سے سو گئیں۔ لیکن صبح ان کا چہرہ سفید ہو رہا تھا۔ اس نے چھٹی کر لی۔ شکو آئی تو اس سے ہنس ہنس کر باتیں کیں۔ حال چال پوچھا۔ (جو کام کبھی نہیں کیا تھا)

"کیا ہو گیا بی بی! ثمی بی بی کا مغز الٹ گیا کیا؟ نسریٰ بی بی کی شادی میں کسی نے منتر تو نہیں پھونک دیا۔ یہ ایک رات میں کیا ماجرا ہو گیا کہ جنگل کا جنگل ہرا ہو گیا۔"

شکو پر حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ رہے تھے۔ ثمی کا

PkPdf.Blogspot.Com

Downloaded From - PkPdf.Blogspot.Com

خوشگوار موڈ برداشت نہ ہوا۔ مگر شکو کے جملے نے امی کے ضبط کے بندھن توڑ دیے۔ نہ جانے امی کے پاس آنسوؤں کا کتنا ذخیرہ تھا۔ کل سے آج تک جمع ہوتے ہوتے دریا بن گیا۔

ثمی اور شکو ان کی ہر طرح دل جوئی میں لگ گئیں۔ نہ جانے کیسا گہرا زخم تھا۔ درد کی شدت' اپنوں کی بے وفائی۔ دغابازی بے رخی۔ بے نیازی۔ تغافل۔ بیگانگی۔ غیریت کی حد نہ تھی۔ نہ جانے زخموں سے کیسی فریاد بلند ہو رہی تھی۔ بے بسی۔ بے سہارا پن۔ (فریاد) فکروں کے درد۔ کس سے انصاف مانگیں۔ منصف خود ہی قاتل بن گئے۔

شکو شادی کا حال سننے کے لیے بے چین تھی۔ سن کر اس کی چیخ نکل گئی۔

رات کو گل بھی آئی۔ اسے یونیورسٹی میں مہ رخ نے بتایا تھا۔ امی کی نقاہت کا۔ معاملے سے تو لاعلم تھی وہ۔ گل دنگ رہ گئی۔

"ایسا بھی ہو سکتا ہے؟ یہ تھی رازداری کی وجہ؟"

چچی کئی دن تک اپنے چچا کے گھر سے نہ آئیں۔ محلے والیاں البتہ تواتر سے آتی رہیں۔ افسوس اور غصہ۔ لگتا تھا نسریٰ کی شادی نہیں جنازہ اٹھا ہے۔

ثمی سب سے کہہ کہہ کر تھک گئی۔

"کوئی بات نہیں خالہ۔ اللہ ہے ہمارے ساتھ۔ آپ لوگ امی کو سمجھائیں۔ ہو سکتا ہے ہمارے لیے بہتری ہو اس میں۔ اللہ کی مصلحتیں وہی سمجھتا ہے۔"

مگر کسی کی سمجھ میں نہیں آتا تھا۔ بہتری نظر تو نہیں آ رہی تھی۔ یتیم لڑکی' بے سہارا بیوہ۔ خالہ اور چچا کا فریب۔ بیوہ بیمار ہو گئی۔ یتیم لڑکی پاگل۔ ہنس ہنس کر سب کا استقبال کرتی۔ (جو پہلی بار دیکھا) اطمینان سے نصیحتیں کرتی۔ (وہ بھی پہلی بار)

"امی کو سمجھائیں۔ میں تو خوش ہوں۔ میری کزن کی شادی ہوئی ہے۔ مجھے کوئی غم نہیں ہے۔ اصل میں امی کو اس بات سے تکلیف پہنچی کہ چچی نے یہاں سے شادی کیوں نہیں کی۔ اپنے چچا کے گھر جا کر کیوں کی؟"

دراصل اسے تو انگوٹھی سے لگاؤ تھا نہ انگوٹھی والے سے۔ لیکن امی کی فکر پریشانی سمجھ سکتی تھی پھر بھی وہ حتی الامکان انہیں اطمینان دلاتی رہتی تھی۔

نانی والی بات اب سچ ہوئی۔ خالو صاحب کو نسریٰ کے ابا کے امریکن ڈالر زیادہ عزیز ہو گئے۔ مگر خالہ' وہ بری الذمہ ٹھہرائی جائیں۔ یہ مشکل تھا۔

☼ ☼ ☼

شادی کے کئی دن بعد چچی آئیں تو وہ دوڑی گئی۔ نسریٰ کا حال چال پوچھا۔ "گھر کب آئے گی۔ امریکہ جائے گی یا؟"

چچی نے سرسری جواب دیا۔ پھر تھکن کا بہانہ کر کے لیٹ گئیں۔ وہ اسریٰ کو برآمدے میں لے آئی۔

"اتنے دن وہاں کیا کرتی رہیں۔" کا جواب اسریٰ نے دیا۔

"کیا منہ دکھاتے سب کو۔" اسریٰ شدید ناراض تھی۔ ثمی گھبرا گئی۔

"اچھا ہاں وہ تم کو جو انگوٹھی پہنا گئی تھیں نسریٰ کی ساس اماں نے کہاں ہے اب؟" اسریٰ بھی بس۔

"ارے' میں نے تمہارے بہنوئی کو سلامی میں دے دی۔" وہ خوشگوار لہجے میں بولی۔ اسریٰ کا غصہ کم ہوا۔

"اچھا کیا۔" اسریٰ نے اسے شاباش دی۔ "حق بہ حق دار رسید۔ تم نہ دیتیں تو میں تم سے لے کر ان کے منہ پر مار آتی۔ خالہ بنی ہیں بڑی۔" منہ پھلا لیا۔ ثمی کو ہنسی آ گئی۔

"ارے۔ کیا ہو گیا بھئی۔ کیا کوئی نئی بات ہوئی ہے جو تم خفا ہو۔ دنیا بہت بڑی ہے۔ سب چلتا ہے یہاں۔"

"حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔ جس پر احسان کر چکے ہو۔ اس کے شر سے بچو۔ تم لوگوں کے ساتھ....."

ثمی نے بات پوری نہ کرنے دی۔ بہلا دیا۔ مگر وہ بڑبڑاتی رہی۔

"تم کیوں خفا ہو اسریٰ۔ ہمیں کوئی شکایت نہیں۔

PkPdf.Blogspot.Com

Downloaded From - PkPdf.Blogspot.Com

ہر کام اللہ کی مرضی سے ہوتا ہے۔" ثمی اسے ٹھنڈا کرنے میں لگی رہی۔

"تم نے.... چچی نے تو حیران کر دیا۔ مگر وہ جو نانا تھے' امی کے چچا اور نانی' امی کو بہت برا بھلا کہتے تھے۔ نانی نے تو آج کہہ دیا۔ ایک غلط کام کے لیے میرا گھر استعمال کیا تم نے۔ اب اپنے گھر جاؤ یا وہ تمہیں نکال دیں تو کوئی اور ٹھکانہ کر لینا۔ یہاں نہ آنا۔ امی کو ان کے سب خاندان والے شرمندہ کر رہے ہیں۔ روز بے عزتی۔ میں زبردستی امی کو لائی ہوں۔ ورنہ وہ تو اب بھی نہ آتیں۔"

"مگر تمہارے چچا یعنی نانا کی معرفت تو رشتہ ہوا تھا۔" ثمی کو عجیب لگ رہا تھا۔

"لو انہیں تو اب پتا چلا ہے۔ ساری چالاکی تمہاری خالہ کی ہے۔ کہا کہ اس بات کا چرچا نہ کرنا۔"

"اچھا اچھا ختم کرو یہ بتاؤ نسریٰ خوش تو ہے۔ کب آئے گی یہاں۔" کسی طرح اسے اس موضوع سے ہٹائے۔

"خاک۔" وہ جھلا گئی۔ وہاں ہر وقت.... وہ ماہا بیگم اپنی اماں سے شکایت کرتی رہتی ہیں کہ کیا دیکھا۔ سانولا رنگ' لمبے دانت۔ موٹے ہونٹ اور ان کے بھائی چپ سنتے رہتے ہیں۔"

ثمی نے کانوں کو ہاتھ لگائے اور وہاں سے اٹھ کر آ گئی۔ پتا نہیں کیا معاملہ تھا۔ شاید خالو نے ہی یا خالہ نے۔ نہیں تو پھر کس نے یہ رشتہ طے کیا تھا۔ وہ الجھ گئی۔ پھر سوچا۔ انجان رہنا بہتر ہے۔ نسریٰ سے ہمدردی ہو رہی تھی۔ اتنی بری بھی نہ تھی بے چاری۔

وہ کمرہ بند کر کے پڑھنے بیٹھ گئی۔ لیکن ذہن میں الٹ پلٹ ہو رہی تھی۔ معمہ تھا۔ سمجھنے کا نہ سمجھانے کا۔

شام کو چائے کی تلاش میں آئی۔ خانساماں تو تھا نہیں۔ شکو کی مرضی پر کھانا پینا تھا۔ شکو' امی سے شکوہ کر رہی تھی۔

"بی بی! آپ خاموش کیوں رہیں۔ وہ آپ سے معافی مانگ رہی تھیں۔ آپ کہتیں مجھ سے نہیں اللہ سے معافی مانگو۔ راز کی بات تو نہیں تھی۔ اب سب کو خبر ہو گئی کہ نہیں۔ دل میں کھوٹ تھا۔ اور اب معصوم بن کر۔"

امی نے ڈانٹا۔ "اچھا بس کرو۔ کچن کو دھو لو' بہت چکنا ہو رہا ہے۔" وہ ثمی کو دیکھ کر موضوع سے ہٹ گئیں شاید۔

"اصل میں نا۔ بی بی جی' غم کے مارے مجھ سے کوئی کام نہیں ہو رہا۔ دیکھو نو چائے تک نہیں بنائی۔" منہ بنا رہی تھی۔

"ہائیں شکو! تمہیں کاہے کا غم ہے۔" حیرت تو لازمی تھی۔ شکو ڈھیٹ ہڈی اور غم؟

"لو جی' غم تو آدمی کے ساتھ لگا ہوا ہے۔ اب دیکھ لو۔ یہ کیا کم غم ہے۔ نسریٰ بی بی کا بیاہ چوروں کی طرح۔"

"شکو چپ رہو۔ فضول بولتی ہو۔ خوشی کا موقع ہے۔ اٹھو چائے بناؤ جا کر۔ انسان کو سوچ کر بات کرنی چاہیے۔"

امی اسے ڈانٹ رہی تھیں تو ثمی کو ہنسی آ گئی۔ بولی "تو امی انسان کو نا.... یہاں تو ایسا نہیں ہے۔"

شکو منہ پھلا کر کھڑی ہوئی۔ "بھلائی کا تو ویلا ہی نہیں ہے۔"

وہ چلی گئی تو امی نے بتایا۔ "تمہاری چچی آئی تھیں۔ معافی مانگ رہی تھیں۔ کہہ رہی تھیں آپا نے کہا تھا۔ یہ راز ہی رہنا چاہیے۔"

☼ ☼ ☼

وقت گزر رہا تھا۔ وہ بھی یونیورسٹی میں مصروف تھی۔ امی نے مشین نکال لی تھی۔ نہ جانے کیا کیا سیتی رہتی تھیں۔ دل بہلانے' مصروف رہنے کے لیے۔ چچی پھر نہیں آئیں۔ نسریٰ آئی یا نہیں۔ نہ اس نے پوچھا نہ کسی نے بتایا۔

"یونیورسٹی میں تقریری مقابلے۔ پھر اسپورٹس۔ وہ تو گھن چکر بن گئی۔ امی نے کہا بھی۔

"ہر چیز میں ٹانگ نہ اڑایا کرو۔"

مگر وہ مشغلے کی تلاش میں رہتی تھی۔ اور اب امتحان

PkPdf.Blogspot.Com

Downloaded From - PkPdf.Blogspot.Com

بھی نزدیک آ رہے تھے۔ کبھی گل آجاتی تو مل کر پڑھتیں۔

گل کا رشتہ طے تھا۔ امتحانات کے بعد شادی تھی۔ امی بے حد فکر مند رہنے لگیں۔

پھپھو بہت دن بعد آئیں۔ نسریٰ کی شادی کے زمانے میں یہاں نہ تھیں۔ کراچی گئی ہوئی تھیں۔ نہ جانے کس کی شادی میں۔

کچھ دن چچی سے ناراض رہیں۔ پھر..... سب کچھ ٹھیک ہو گیا۔ نئے نئے قصے سنا کر امی کو ہولا دیتی تھیں۔

"عمر گزر جائے تو اچھے رشتے نہیں آتے۔ ابھی سے تلاش کرو۔ نہیں تو بیٹھی رہ جائے گی۔ آخر نسریٰ کی وقت پر ہو گئی کہ نہیں۔ کوشش کرو گی تو مرضی کا رشتہ ملے گا۔"

ثمی نے سن کر دل سے کہا۔ "چچی جیسی کوشش..... امی کے بس کی بات نہیں۔" پھپھو کو اس پر بھی حیرت نہ ہوئی کہ..... بیٹی کی شادی میں باپ شریک نہ ہوا۔ بھائی بھی وہیں جما رہا۔

"اے بھائی ہو گئی شادی ان کے بغیر کہ نہیں۔ خوامخواہ کا خرچا کرتے۔ بچت کرنی چاہیے۔"

ایک دن کہنے لگیں۔ "میں ہی لے جاتی بہو بنا کر مگر آج کل کی اولاد فتنہ ہے۔"

عقدہ نہ کھلا۔ مطلب کیا تھا۔ فتنہ کہاں تھا۔ شکو البتہ خفا۔

"یہ وہی ہیں نا۔ جو صاحب سے لڑی تھیں کہ میرے بیٹے کے ہوتے ہوئے خالہ کے بیٹے سے منگنی کیوں کی؟"

مگر پھپھو کی چچی سے خوب گاڑھی چھن رہی تھی۔ شکو کو شک تھا کہ چچا اور ان کے بیٹے کی کمائی کے ڈالر پھپھو کو کھینچ رہے ہیں۔ دیکھ لینا۔ اسریٰ بی بی کو لے جائیں گی بیاہ کر۔ وہیں ڈیرہ جما رکھا ہے۔"

اف اس کی خیال آرائیاں..... چالاکو۔

وہ آرام سے لیٹی تھی۔ تھک گئی تھی۔ گل کا انتظار تھا۔ اس کے گھر آئے دن سسرال والے آجاتے' ان کی خاطر مدارات' پاس بیٹھ کر اخلاق برتنا۔ کبھی ہونے والی نند کے۔ جھمکوں کی تعریف کرنی' کبھی سوٹ کی یا میچنگ سینڈل کی۔ اوہو ہو۔ وہ تو کبھی ایسی مصنوعی اخلاق کی قائل نہ تھی۔ مگر ٹھنڈا سانس لے کر گل کہتی۔

"مجھے بھی پسند نہیں۔ زبردستی طاری کرتی ہوں کیفیت۔ آج کل بہت فیشن ہے۔ کرنا پڑتا ہے ثمی۔ ورنہ لوگ ناک بھوں چڑھاتے ہیں۔ کبھی کبھی رشتے بھی ٹوٹ جاتے ہیں۔"

"اور تمہیں بہت شوق ہے۔ ایسے لوگوں سے شادی کا۔ جو بناوٹی اخلاق کو فیشن کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ توبہ۔"

"اماں ابا کی وجہ سے سب کرنا پڑتا ہے۔ رشتہ جڑا رہے۔ ورنہ ان کو اس عمر میں کہاں کوئی نیا رشتہ ملے گا۔" وہ بہت سنجیدہ تھی۔

"ارے' ارے رشتہ تمہارے ابا کا ہو رہا ہے کیا۔ اس عمر میں۔" اچھل پڑی سن کر۔

"ماروں گی اب۔" گل ہنس دی۔ جھینپی ہوئی ہنسی۔ "میرا مطلب ہے۔ اس عمر میں ابا کہاں ڈھونڈیں گے نیا رشتہ۔ میرے لیے' پاگل! میرے لیے۔"

"ہیں؟ تمہارے لیے پاگل؟ یہ' یہ والے کیا پاگل ہیں؟ پاگل....."

☼ ☼ ☼

اس دن جو خفا ہو کر گئی تو آئی نہیں۔ مگر آخر یونیورسٹی میں تو سابقہ پڑتا تھا۔ بارے من گئی۔ آج آنے کا کہا تھا۔ شکو نے آکر سرگوشی کی۔

"مہمان آئے ہیں۔ بی بی بلا رہی ہیں۔" وہ الجھ گئی۔

"مہمان آئے ہیں تو میرا کیا کام ہے۔"

"نسریٰ بی بی آئی ہیں۔ ڈرائنگ روم میں بیٹھی ہیں۔"

وہ سرعت سے کھڑی ہو گئی۔ "اللہ! شادی کے بعد پہلی بار ہمارے ہاں آئی ہے۔ چلو بھئی مل لیتے ہیں۔"

وہ بال برابر کرتی ہوئی ڈرائنگ روم میں داخل

PkPdf.Blogspot.Com

Downloaded From - PkPdf.Blogspot.Com

ہوئی۔ توقع تھی چچی اور اسریٰ کی مگر وہاں تو دولھا میاں ٹھسے سے بیٹھے ملے۔ ماہا بھی ساتھ تھی۔

اس نے سراپے پر نظر ڈالی۔ شکر ہے ابھی نہا کر کپڑے بدل کر ہی لیٹی تھی۔ بال البتہ بکھرے ہوئے تھے۔ کچھ سوکھے کچھ گیلے۔ سلام کر کے۔ (مصنوعی سا سلام۔ جو سمجھتی تھی وہ بناوٹی اخلاق کی قائل نہیں۔ آج وہی کرنا پڑا۔)

نسریٰ سے لپٹ گئی اور اس کے ساتھ ہی بیٹھی رہی۔ اور اخلاقاً" باتیں بھی ضروری تھیں۔ (وہی بناوٹی اخلاق)

"روز یاد کرتی تھی' اسریٰ سے پوچھتی تھی کہ نسریٰ کب آئے گی۔"

"ہاں وہ بس دعوتیں پھر ہم ہنی مون پر چلے گئے تھے نا۔" نسریٰ بہت بن بن کر جواب دے رہی تھی۔

نسریٰ اور ثمین۔۔۔ ساتھ ساتھ۔ امی کے دل کو کچھ ہوا۔ ثمین اس قدر حسین لگ رہی تھی۔ نسریٰ بچاری۔ مقابلتاً" بہت ہی دبی ہوئی سی۔ معمولی خدوخال مزید بگڑے ہوئے لگ رہے تھے۔

"ہاں بھئی ثمین۔" ماہا اس سے مخاطب ہوئی۔ "پڑھنے وڑھنے جاتی ہو؟"

"جی۔" عجیب سوال تھا۔

"اچھا۔ کس کلاس میں ہو؟" اور بھی عجیب' کیا وہ بچہ تھی۔ "کس کلاس میں ہو۔"

"ماسٹرز کر رہی ہوں۔ اف' دو مہینے رہ گئے ہیں امتحان میں۔"

ماہا نے چہرے پر ابھرتی حیرت کو چھپانے کی کوشش بھی نہیں کی۔ "اچھا؟ کبھی سنا نہیں۔"

"جی تو پوچھ لیا ہوتا نسریٰ سے۔" وہ بددلی سے بولی۔ عجیب مہمان' عجیب تر رویہ۔

امی ماہا کو بتانے لگیں۔

"اس کے ابا جان کی خواہش تھی کہ اعلا تعلیم حاصل کرے اور اس نے ہر بار اعلا پوزیشن بھی لی۔ اب۔۔۔ آکسفورڈ یونیورسٹی میں داخلہ ہو چکا ہے مگر اسے بھیجنے کے لیے تیار نہیں' میں اکیلی کیسے رہوں گی۔ بس جتنا پڑھ لیا کافی ہے۔"

دولھا اور ماہا دونوں جیسے کشمکش میں تھے' نہ جانے کیوں' پھر میاں سہیل کھڑے ہو گئے۔

"چلو ماہا! امی انتظار کر رہی ہوں گی۔"

ماہا بھی کھڑی ہو گئی۔ نسریٰ سب سے پہلے کمرے سے باہر نکلی۔ بعد میں شکو نے بتایا۔

"نسریٰ بی بی آج یہیں رہیں گی۔ دولھا اور ان کی بہن چلے گئے۔"

گل دیر میں آئی۔ بتا رہی تھی کہ اصل میں دیر یوں ہوئی کہ میں نکلی تو نسریٰ کے میاں اور نند مل گئے۔ نند مجھ سے پوچھنے لگی۔

"ثمین کو جانتی ہو۔" میں نے کہا "ہم کلاس فیلو ہیں۔" پھر وہ سوالات کرتی رہی۔ میں نے بھی خوب بڑھ چڑھ کر تمہاری قابلیت کے بیان داغے۔ حیرت ہے۔ انہیں خبر ہی نہ تھی۔ تمہارے تو کزن بھی ہوتے ہیں۔"

ثمی ٹال گئی۔ ماہا کی حیرت بناوٹی نہ تھی۔

☼ ☼ ☼

ثمی نے امتحان کا بھوت ایسا سوار کر لیا تھا ذہن پر کہ آس پاس کی خبر نہ تھی۔ اسریٰ بھی عرصے سے نظر نہ آئی۔ ادھر گل کی شادی کی تیاریاں۔ گل کی شامت' اکثر بدمزاج رہتی۔ مہمانوں سے عاجز۔ امی بھی اکثر گل کے گھر جاتیں۔ اس کے جہیز کی ساڑیاں' دوپٹے لے آئیں۔ کسی میں جیل لگانی ہے تو ساڑھی میں ستارے ٹانکنے ہیں۔ جال بنانا ہے' نہ جانے اور کیا کیا۔ یہ سلمہ ستارے والے بھڑک دار کپڑے گل پہنے گی۔ توبہ۔ عجیب اول جلول سی' بغلول لگے گی۔ وہ دل کھول کر ہنستی۔ گل بھی جھینپ جاتی۔ امی گھورتیں۔

"ثمی! فضول نہ بولا کرو۔ شادی کے بعد پہننے پڑتے ہیں۔ ہمیشہ اسٹوڈنٹ تو نہیں رہنا ہوتا۔ اور یہ کپڑے مطلب کام بنے ہوئے' کئی برس تک کام آتے ہیں۔"

"کئی برس تک۔۔۔ او۔۔۔ میں تو تنگ آجاؤں پہن پہن

PkPdf.Blogspot.Com

Downloaded From - PkPdf.Blogspot.Com

کر۔ یعنی کہ بس پہنے جاؤ' حد ہے۔"

"ثمی جاؤ یہاں سے۔ پٹ جاؤ گی میرے ہاتھ سے۔ روز پہننے کو کون کہہ رہا ہے۔ کبھی کبھی کسی بھی موقع پر...." امی کی باتیں بھی عجیب ہوتیں۔ وہ سمجھے بغیر بول پڑتی تو ڈانٹ پڑتی۔

"بی بی! دال میں کالا کالا ہے۔ سچی۔" شکو بھلا باز آتی۔ ادھر ادھر کے قصے سنا کر بور ہی کرتی تھی۔

"نسریٰ بی بی خوش نہیں ہیں۔ ساس نند کی برائیاں کرتی رہتی ہیں۔ سچی۔" چونکا دیا آخر۔

امی خفا ہونے لگیں۔ "خبردار شکو! آگے کچھ کہنے کی اجازت نہیں ہے۔ کہیں بھی کچھ ہو' اپنے کام سے کام رکھنا چاہیے۔ آئندہ نہ سنوں میں ادھر ادھر کی۔"

امی سے ڈر کر ثمی کے پاس آ گئی سرگوشیاں کرنے۔

"آپ کا نام بھی لے رہی تھیں۔ میں نے خود سنا۔ روٹی کا کپڑا دھو کر پھیلانے گئی تھی ڈوری پر تو۔"

ثمی نے اسے دھکا دیا۔ "بکواس کس قدر کرتی ہے۔"

وہ ٹیڑھی آنکھوں سے دیکھتی چلی گئی۔ "بھلائی کا تو ویلا ہی نہیں ہے۔"

وہ امی کو جوش و خروش سے گل کی شادی کی تیاریاں کرتے دیکھ کر انہیں لقب دے چکی تھی۔ خدمت خلق کی کوئین۔ گل بہت ہنسی۔

"فکر نہ کرو۔ تمہاری باری بھی آئے گی تب آنٹی کی خوشی دیکھنا۔ جال بنائیں گی۔ گوٹے اور...." اس نے منہ بند کر دیا ہاتھ رکھ کر۔

"چپ' پڑھنے آئی ہو یا فضول گوئیاں کرنے۔"

☼ ☼ ☼

پھر امتحانات بخیر و خوبی ختم ہوئے۔ ایک بوجھ تھا۔ اب فراغت یکدم وہ رک گئی۔ گل کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"گل! میرے ساتھ ذرا چلو۔ پھر تھوڑی دیر میں۔ چلی جانا۔"

گل نے اس کی ڈری ہوئی آواز کبھی نہیں سنی تھی۔ آج.... وہ سمجھ گئی۔ پچھلی بار ابا جان ہی.... آخری پیپر.... وہ دوست تھی۔ تسلی دیتی ہوئی اس کے ساتھ آ گئی۔ سامنے امی بیٹھی تھیں۔ شکر ہے' گل ان کے پاس بیٹھ گئی۔

"آنٹی! آخری کانٹا بھی نکل گیا آخر۔ شہزادی آزاد ہو گئی۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ثمی نے فوراً بات کاٹی۔

"کانٹا نہیں سوئی شہزادی کے جسم کی آخری سوئی نکلی تو وہ آزاد یعنی زندہ ہوئی۔"

گل نے ثمی کو دیکھا۔ ثمی نے امی کو۔ گل کا اشارہ امی کی طرف تھا۔ چہرہ بجھا بجھا' لبوں پر خاموشی۔ پُراسرار۔ شکو کو بولنے کی بیماری تھی۔ دونوں کو امی کی طرف متوجہ دیکھ کر بولی۔

"وہ جی اصل میں بی بی جی پریشان ہیں۔"

گل نے کہا۔ "آنٹی کیا بات ہے۔" وہ ان کے پاس بیٹھ گئی۔ ثمی بھی امی کو نڈھال دیکھ کر فکر مند تھی۔

"وہ جی اصل میں نسریٰ بی بی گھر آ گئی ہیں۔" شکو ہی جواب دے رہی تھی۔ اس کا لہجہ بھی پُراسرار سا تھا۔

"تو پھر کیا ہوا؟"

"نہیں ہوا تو کچھ نہیں بس ذرا طلاق لے کر آ گئی ہیں۔" دھماکا کر دیا کمبخت نے۔ دونوں چونک گئیں۔

"اصل میں ابھی آپ کی چچی یہاں سے گئی ہیں۔ بول بول کر۔ بی بی جی سے کہہ رہی تھیں۔ آپ کی بددعاؤں سے میری بیٹی کا گھر اجڑ گیا۔ بہت خراب باتیں کر کے گئی ہیں۔ بس جب سے بی بی کا یہ حال...."

شکو چپ ہو گئی۔ گل نے امی کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"آنٹی! آپ کیوں اثر لیتی ہیں۔ جو کچھ ہوا۔ ان کا اپنا کیا دھرا ہے۔ کھسیانی بلی کھمبا نوچتی ہے۔ کسی پر تو الزام لگانا تھا۔ ہم تو بہت دن سے سن رہے تھے۔ نسریٰ کی ساس نند سے نہیں بنتی۔ اب اور کیا ہوا پتا نہیں۔"

وہ چپ ہوئی تو ثمی ان کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر بولی۔

"امی بہت اچھے پیپر ہوئے ہیں۔ سارا کچھ بہترین'

PkPdf.Blogspot.Com

Downloaded From - PkPdf.Blogspot.Com

سن رہی ہیں۔"

امی یک لخت چونک گئیں۔ جیسے گہری نیند سے جاگی ہوں۔ پلکیں جھپک کر بولیں۔ "اچھا آگئیں تم؟"

"جی۔ آپ کو شاید نیند آرہی ہے۔ زیادہ فکر نہ کیا کریں۔"

وہ کسی اور دنیا میں تھیں۔ حال سے بے خبر۔ "اچھا چلو پھر کھانا کھالو۔ شکو! گل بھی کھائے گی۔ یہیں لے آؤ۔"

گل کھڑی ہو گئی اور اپنی اماں کے انتظار کا بہانہ کر کے چلی گئی۔ ثمی کو اشاروں میں سمجھا کر کہ امی کا دل بہلاؤ۔

ثمی کی سمجھ میں نہ آیا کہ کس طرح امی کو بہلائے۔ یہ خبر اگر صرف شکو کی دماغ کی اختراع ہوتی تو وہ پروا نہ کرتی۔ مگر چچی خود آکر..... تو کچھ تو سچائی تھی۔ گل نے پہلے بھی نسریٰ کی بدمزاجی اور زبان درازی کے بارے میں دبی زبان سے بتایا تھا۔ اسے تعجب ہوا کہ گل کو یہ معلومات کہاں سے حاصل ہوئیں۔ جبکہ نسریٰ کی ماں بہن تو اسی گھر میں ہیں۔ سسرال دور ہے پھر اسے خبر نہ ہو گل کو خبر ہو جائے۔

گل نے کہا۔ "میں اسی دنیا میں رہتی ہوں۔ تم کسی اور جہاں کی باشندہ ہو۔"

اب وہ سوچ رہی تھی کہ واقعی اسے دنیا کی خبر نہیں۔ کہاں کیا ہو رہا ہے اور یہ کوئی غیروں کا معاملہ بھی نہیں 'نہایت افسوس کی خبر ہے۔ مگر چچی کے امی کے ساتھ رویے نے بھی سوچنے پر مجبور کر دیا۔ اب وہاں جا کر افسوس کرنا بھی خطرے سے خالی نہ تھا۔

"چلو شکو! کھانا لے آؤ۔" امی کو اس کی فکر تھی۔

"آپ نے کھالیا؟ ابھی ساتھ آٹھ ماہ ہوئے ہوں گے۔ اتنی جلد طلاق اور خالہ؟" ذہن ادھر ہی تھا۔

"اجی کدھر۔" شکو بیچ میں ٹپکنے کی عادی۔ سوال امی سے کیا' جواب شکو کے پاس تھا۔ "میں تو کہہ رہی تھی بی بی گرم روٹی بنا کر لاتی ہوں۔ کھالیں مگر ادھر تو محاذ گرم تھا وہ حملے وہ حملے۔"

افوہ۔ اس کو تو صحافی ہونا چاہیے تھا۔ محاذ گرم۔ حملے پہ حملہ' کمبخت کی زبان تھی کہ تلوار کی دھار۔ اور پھر ہر گزرتا دن محاذ گرم سے گرم تر ہوتا گیا۔ بٹی کی طلاق خالہ اور امی کی بددعاؤں کا نتیجہ تھی۔ بھول گئیں جب رازداری سے شادی کی تھی۔ امی کو خبر تک نہ ہوئی۔ اور اب.....

"ہائے اس دن میری کمبختی کہ میں نے کہا سہیل' جا بیٹا خالہ سے مل آ۔ جانتی نہ تھی کہ خالہ کب خوش ہوں گی اور اوپر سے تمہاری بٹی نے اپنے حسن کا اداؤں کا ایسا جال ڈالا کیا جادو کیا کہ بس وہ تو اسی دن سے بدل گیا۔ ہائے میری نسریٰ یہ تعلیم دی ہے بٹی کو۔ لوگوں کے ہنستے بستے گھر اجاڑے۔ بہن کے نصیب پھوڑے۔"

چچی کی زبان تھی کہ دو دھاری تلوار۔ ادھر ادھر گزرتے ہوئے غصہ نکالا کرتیں۔ ثمی گھر میں رہنے کی وجہ سے سب کچھ سننے پر مجبور۔ امی بچاری کے حواس گم ہو جاتے۔ بولنا چاہتیں مگر زبان ساتھ نہ دیتی۔

ایک دن پھپھو آئیں۔ تو پہلے چچی کی طرف گئیں۔ افسوس کے لیے پھر بڑبڑاتی ہوئی آئیں۔

"کہہ آئی ہوں' خبردار آئندہ ثمی یا اس کی ماں کا نام بھی لیا تو زبان گدی سے کھینچ لوں گی۔ بٹی کی زبان درازی کی کیا خبر نہ تھی اور جب دھوکے سے شادی کی تھی۔ تب نہ سوچا کہ کیا انجام ہو گا۔ غضب خدا کا نہ باپ آیا نہ بھائی۔ میں کراچی گئی اور یہاں بارات بلالی۔ ایک گھر میں رہتے ہوئے۔ جٹھانی سے خفیہ معاملات طے کیے۔ عارفہ کو اندر اندر بہکایا کہ ثمی تو نیم پاگل ہے' عقل سے عاری ہے۔ پڑھنا پڑھانا ڈھونگ ہے۔ ارے مجھے عارفہ نے سب بتایا ہے۔ وہ تو شرم سے منہ نہیں دکھا رہی۔ ابھی سب سنا آئی ہوں۔ میرے سامنے معصوم بننے کی ضرورت نہیں۔"

پھپھو بولے جا رہی تھیں۔ امی بے چاری سننے پر مجبور۔ پھپھو بھی رنگ بدلنے کی ماہر نکلیں۔ مگر دیر سے سہی۔ کچھ سچ بھی بول دیا۔

PkPdf.Blogspot.Com

Downloaded From - PkPdf.Blogspot.Com

اس دن سے چچی کے گھر سناٹا تھا۔ زبان پر قفل لگنا اسی کو کہتے ہیں۔ ثمی نے یونیورسٹی میں جاب کے لیے اپلائی کر دیا۔ وہاں سے لائبریری انچارج کے لیے آفر آئی۔ فی الحال یہ بھی غنیمت سمجھا۔ مگر گل کی شادی بھی آگئی۔ امی کو کمزوری ہو رہی تھی۔

وہ گل کی امی کے ساتھ شادی ہال چلی گئی۔ گل اپنی کزن کے ہمراہ بیوٹی پارلر گئی ہوئی تھی۔ شادی خوب رونق والی تھی۔ یونیورسٹی کے کافی لوگ آئے ہوئے تھے۔ سب سے مل کر بہت لطف آیا۔

رخصتی کے بعد وہ امی کی طبیعت کا بتا کر ایک پڑوسی فیملی کے ساتھ واپس آئی تو امی کو مزید نڈھال پایا۔ وہ شادی کا حال پوچھنے لگیں۔

اگلے دن دفتر نہیں گئی۔ صبح ناشتے کا انتظار۔ ارے شکو غائب' وہ تو اکثر رات کو بھی رہتی تھی۔ امی سے پوچھا۔ انہوں نے مطمئن لہجے میں کہا۔

"شکو نہیں آئے گی۔ بھابھی نے اسے نکال دیا ہے۔" کس قدر عجیب۔

"مگر کیوں امی' ہمارے نوکر کو گھر سے نکالنے کا انہیں کیا حق ہے۔ بھروسے کی تھی۔"

"حق ہے بیٹا انہیں۔" امی عجیب لہجے میں کہہ کر چپ ہو گئیں تو وہ چونکی۔ "کوئی بات ہے۔"

"اب یہ گھر ہمارا نہیں رہا۔ ان کا ہو گیا ہے۔"

شاید بم گرتا تو اتنا دھماکہ نہ ہوتا۔ تفصیل یہ تھی کہ چچا نے امریکہ میں رہتے ہوئے۔ یہاں کے وکیلوں سے گٹھ جوڑ کر کے عدالت سے یہ گھر اپنے نام کروا لیا ہے۔ جواز یہ کہ اولاد نرینہ نہ ہونے کے سبب گھر قانوناً" بھائی کا ہوتا ہے۔ بلکہ جتنی بھی پراپرٹی ہو۔ ہماری پراپرٹی۔ صرف یہ گھر تھا۔ جو اب ہمارا نہیں رہا۔ بیٹی کے شرعی حق میں۔ ایک کمرہ ہے۔ جو وہ تا زندگی استعمال کر سکتی ہے۔ بجلی گری تھی یا....

کتنی دیر تک تو سمجھ میں ہی نہ آیا۔ یہ ہوا کیا۔ کیسے' وہ سمجھی نہیں مگر امی سب سمجھ گئی تھیں۔ کیسا ناشتہ۔ کہاں کا کھانا۔ کوئی پوچھنے والا نہ تھا۔ گھر کے کاغذات لاکر میں تھے۔ لاکر دونوں کے نام پر تھا۔ مگر.... ان کاغذات کا.... کوئی فائدہ نہ تھا۔ یا چونکہ کوئی ان کا اپنا نہ تھا جو ان کاغذات کی بدولت کارروائی کرتا۔ نہ جانے وہ سارے رشتے دار کہاں تھے جو ابا جان کی زندگی میں روز آیا کرتے تھے۔ کس سے مدد مانگیں۔ ماموں' ماموں کچھ مشورہ.... امی نے مخالفت کر دی۔

"وہ خود وہاں پریشان ہیں۔ ان کا بیٹا بیمار ہے۔ اتنی دور بیٹھے وہ کیا مشورہ دے سکتے ہیں۔"

"شاید کوئی وکیل یا جج ماموں کے واقف...."

"بیٹا صبر کرو۔ یہ ہمارا مسئلہ ہے۔ ہمیں ہی مقابلہ کرنا ہے۔ ہمت کرو اللہ آسانیاں دینے والا ہے۔"

بھوک مر چکی تھی۔ چائے بنالی۔ بسکٹ کھائے اور نڈھال ہوتی ماں کو تسلی دینے لگی۔ دوپہر کو کھانا پکانے کے لیے کچن میں گئی۔ تو وہاں مزدور توڑ پھوڑ کر رہے تھے۔ وہ چیخی۔

"یہ کیا کر رہے ہو۔"

چچی شاید منتظر ہی تھیں۔ فوراً" آگئیں۔ "تمہاری ماں نے بتایا نہیں؟"

ترچھی نظروں سے تلخ لہجے میں بولیں۔ اف ان کا انداز' زبان بھی بدل گئی۔ تمہاری ماں؟ یہ اس ہستی کے لیے الفاظ تھے جو ابھی کل تک اس چھ کنال کے بنگلے کی مالک تھی۔

"اب یہ ہمارا گھر ہے۔ ہم جو چاہے کریں۔ چاہیں تو پورا گھر توڑ کر نیا بنائیں۔ اب اپنی مرضی کا کچن بنائیں گے۔ تم اپنے کھانے پینے کا خود انتظام کر لو۔"

اف' سنگدلی کی یہ مثال کب دیکھی تھی۔ امی نے سن کر کہا۔

"ہاں بھابھی صبح بتا گئی تھیں کہ وہ مزدور لگا رہی ہیں۔ میں تمہارے جاگنے سے پہلے آملیٹ بنا لائی تھی رکھا ہے۔ روٹی بھی بنالی تھی۔ آنا تھا فریج میں۔ شکو کل سالن بنا گئی تھی۔ وہ بھی فریج میں ہو گا۔"

امی کا اطمینان۔ وہ دنگ رہ گئی۔

کھانے کا کچھ انتظام امی نے کر لیا تھا۔ شام کو مزدوروں کی چھٹی کے بعد اس نے فریج سے گوشت نکال کر پھر تی سے کوکر میں ڈال کر ابالنے رکھا۔ تیزی

PkPdf.Blogspot.Com

Downloaded From - PkPdf.Blogspot.Com

ضروری التماس!

معزز خواتین وحضرات!

PkPdf.Blogspot.Com کو پسند کرنے کے لئے آپ سب کا بہت بہت شکریہ! ہماری ویب سائیٹ کا مقصد علم وادب کی ترقی وترویج ہے۔ جیسا کہ آپ سب لوگ جانتے ہیں کہ کتابیں پڑھنے کا شوق دن بدن کم سے کم تر ہوتا جا رہا ہے۔ اس امر کی کئی وجوہات ہیں لیکن سب سے بنیادی وجہ کتابوں کی بڑھتی ہوئی قیمتیں ہیں۔ ہمارا اولین مقصد عوام الناس کو اعلیٰ کتابیں اور وہ بھی مفت فراہم کرنا ہے۔ امید ہے آپ سب ہمارے اس عظیم مقصد کی تائید کرتے ہیں۔

کتابوں کی قیمتوں کی وجہ سے اگر آپ کو خریدنے کے بعد کتاب پسند نہیں آتی تو آپ کا اس سے مالی نقصان بھی ہو گا ہمارا مقصد یہی ہے کہ اگر آپ کو ہماری ویب سائٹ سے کوئی کتاب پسند آتی ہے تو رائٹر کو اسکا حق ضرور دیں اور کتاب خرید کر اپنی لائبریری کی زینت بنائیں۔

ہم PkPdf.Blogspot.Com آپ کو نیٹ کی وسیع دنیا سے ہر قسم کی کتابیں فراہم کرتے ہیں۔ ہم بلا معاوضہ آپ کی اور علم وادب کی یہ خدمت سرانجام دے رہے ہیں۔

اس کے جواب میں ہم آپ سے درج ذیل باتوں کی توقع کرتے ہیں۔

۱۔ برائے مہربانی PkPdf.Blogspot.Com کا نام اچھی طرح ذہن نشین کرلیں۔ تاکہ اگر کسی وجہ سے سائیٹ گوگل میں نہ بھی ملے تو با آسانی ہماری سائیٹ تک پہنچ سکیں۔

۲۔ اگر کوئی کتاب پسند آئے تو اسے Share ضرور کریں تاکہ اور دوست احباب بھی اس سے مستفید ہو سکیں۔

PkPdf.Blogspot.Com

Downloaded From - PkPdf.Blogspot.Com

سے دوسرے چولھے پر مسالا بنایا۔ بارے سالن تیار ہو گیا۔ غنیمت کہ چولھا ابھی سلامت تھا' نہ جانے کل کیا ہو گا۔ کیا کچھ ٹوٹے گا۔ کیا سلامت رہے گا۔ نئے مالک مکان کی جو مرضی' فریج اگر کمرے میں لا کر رکھ لیں۔ تو کچھ بہترین ہو۔ لیکن ابھی تو کچھ عقل میں نہ آ رہا تھا۔ نہ جانے خالہ کہاں ہیں۔ کب تک شرمائیں گی۔

پھپھو کو امی نے کل ہی فون کر دیا تھا۔ ان کی ٹانگ کی ہڈی فریکچر ہو گئی تھی۔ آنے جانے سے لاچار۔ شام گہری ہوئی تو چوروں کی طرح اسریٰ آئی۔ بجلی کی کیتلی اور چائے کی پتی' چینی دے گئی۔ بولی کچھ نہیں۔ دوپہر کو پھر چوروں کی مانند کھانا لائی۔ ثمن نے کچن سے کچھ برتن لا کر رکھ لیے تھے۔ مزدور آ گئے تھے۔ گل کی امی آئیں۔ کمرے میں برتن' کھانا' شکو غائب۔ سر تھام کر رہ گئیں۔ محلے والوں کی ہمدردیاں اور تعاون۔ وہ دونوں شرمندہ بھی ہوتیں' اللہ کی شکر گزار بھی۔

جاب کی خواہش ترک کر کے امی کی تنہائی کا مداوا بن گئی۔ ماموں کا فون آیا۔ رقم مزید بھیجی تھی۔ شکر ہے کوئی تو ہے۔ ثمی اپنے پرانے وقت کو یاد کرتی۔ تبدیلی کی دعا کی تھی۔ ایسی تبدیلی؟ ابا جان کے نہ ہونے سے کیسا انقلاب آیا۔ کبھی کوئی تصور نہ کر سکتا تھا۔ اس طرح بھی ہوتا ہے۔ عروج' زوال تو اب اور کتنا زوال ہو گا۔ وہ خوف زدہ رہنے لگی۔

☼ ☼ ☼

اس کا خوف سچ نکلا۔ ایک دن غلغلہ اٹھا۔ شہزادے صاحب کی تشریف آئی ہے۔

مالک مکان چچا حضرت کے ولی عہد حضور امریکہ سے برسہا برس کے بعد آ گئے تھے۔ طنز و تضحیک کا نیا سلسلہ۔ ان کو یہی باور کرایا گیا تھا کہ ثمین نے اپنے حسن کا جادو چلا کر سہیل کو اپنے جال میں پھنسا لیا اس لیے نسریٰ کی طلاق ہوئی۔ شرجیل آئے۔ چچی کو سلام کرنے۔ طنز کے تیر برسانے۔

"ہاں تو پھر سہیل آیا نہیں آپ کی بیٹی کو بیاہنے۔ آپ کو بھی رخصتی کی تیاری کر لینی چاہیے۔ ارے بھئی بیٹی کی رخصتی پھر آپ کے لیے تو اسٹور بھی کافی ہو گا۔ ہاں تو کب ہو رہی ہے تقریب رخصتی؟"

اسی قسم کی فضول بکواس کر کے امی کو عاجز' ثمی کو خوف زدہ کرتا۔ بے چاری ماں بیٹی۔ زبان کھولتے ہوئے ڈرتیں۔

گل سسرال سے میکے آئی تو اپنی امی کے ساتھ آئی۔ گھر اور گھر والوں کی کسمپرسی دیکھ کر تاسف کرتی رہیں۔ موقع غنیمت جان کر گل کو امی کے پاس چھوڑ کر وہ بینک چلی گئی۔ امی کو تنہا چھوڑنے کو دل نہ چاہتا تھا بہت کمزور ہو گئی تھیں۔

ماموں کی مہربانی سے بینک میں خاصی رقم تھی۔ کچھ ابا جان کے زمانے کا اثاثہ بھی تھا۔ اس نے احتیاطاً" رقم زیادہ نکالی۔ نہ جانے اب موقع کب ملے۔ وقت کا کچھ پتا نہ تھا۔

گھر آئی تو گل کو پریشان پایا۔ وہی ہوا جس کا اندیشہ تھا۔ شہزادے صاحب آ کر نہ جانے کیا فضول بکواس کر کے گئے۔ وہ تاب نہ لا سکیں۔ بے ہوش ہو گئیں۔ گل کی موجودگی غنیمت تھی۔ دونوں نے ٹیکسی کی اور ہاسپٹل لے گئیں۔ دعا کرتی رہی کہ آج ڈاکٹر سرفراز مل جائیں۔ فرشتہ رحمت کی طرح۔ ایمرجنسی میں جو ڈاکٹر تھے۔ وہ معائنہ کر رہے تھے۔ انکل مل گئے۔ شکر ہے۔ اس کی تو غم اور فکر سے آواز بند تھی۔ گل نے انہیں مختصر حال تیزی سے بتایا۔

شام تک امی کو ہوش نہ آیا۔ جب ہوش میں آئیں تو ثمی کو دیکھ کر مسکرا دیں۔ اشارے سے طبیعت ٹھیک ہے' کہا۔ آنسو مشکل سے ضبط کیے۔ امی ان حالات میں بھی مسکرا سکتی ہیں۔ گل بھی ان کی ہمت اور حوصلے کی قائل ہو گئی۔

رات کو انکل سرفراز انہیں اپنے ذاتی کلینک میں لے جانے کی تیاری کرنے لگے۔ وہ گھبرائی "کلینک کے اخراجات۔" اس نے دبی زبان سے احتجاج کیا۔ وہ افسردہ ہو گئے۔

PkPdf.Blogspot.Com

Downloaded From - PkPdf.Blogspot.Com

"بیٹا! اس حال میں دیکھ کر میں کیا سنگ دل سے سنگ دل آدمی بھی رو پڑتا۔ آج ایمرجنسی میں اس قدر نقاہت کا عالم دیکھ کر میرے کلیجے پر چھریاں چلنے لگیں۔ تم چاہتی ہو میں بھابھی کو یہاں کسمپرسی میں چھوڑ کر بھولمان ہوتا رہوں۔ میں نے وہ زمانہ دیکھا ہے۔ جب بھابھی دونوں ہاتھوں سے خیرات کیا کرتی تھیں۔ مجھ پر تف ہے اگر میں آج پرانی دوستی کا لحاظ نہ کروں۔"

ثمی مجبور ہو گئی۔ گل کے ساتھ امی کو کلینک لے گئی۔ ڈاکٹر فون کر چکے تھے۔ فوراً ہی دیکھ بھال شروع ہو گئی۔ کلینک کافی بڑا اور جدید مشینری کے علاوہ بہترین ڈاکٹر کام کرتے تھے۔ احاطے میں نرسوں کے کوارٹر تھے۔ یہاں اسے ہر قسم کی سہولت دی گئی۔ انکل کی مہربانی گل مطمئن ہو کر چلی گئی۔

انکل بہت متاسف ہو کر کہتے۔ "حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمانا کس قدر معنی رکھتا ہے۔ اب حقیقت کا علم ہو رہا ہے۔ "جس پر احسان کرو۔ اس کے شر سے بچو۔" یہ وہی شر ہے مگر انسان نہیں سمجھتا اس کا انجام کیا ہو گا۔"

"انجام کی فکر ہو تو انسان ایسے فعل سے گریز نہ کرے۔"

تین دن بعد سسرال جانے سے پہلے گل آئی۔ امی کی طبیعت کچھ بہتر تھی۔ مگر کمزوری برقرار۔ ثمی نے گل کو اپنے کمرے کی چابی دے کر کہا کہ وہ اس کے دو چار کپڑے نکال کر بھائی کے ہاتھ بھیج دے۔ وہ خود اکیلی گھر جانے سے ڈر رہی تھی۔ گل نے سمجھ داری سے کہا۔

"میں نے کمرہ کھولا۔ تو شرجیل کچھ کر سکتا ہے۔ وہ کمرے میں چوری یا توڑ پھوڑ بھی کر سکتا ہے۔ اس لیے یہ خطرہ مول نہ لو۔ برا نہ مانو تو ایک بات کہوں۔"

وہ بات سن کر وہ چپ ہو گئی۔ واقعی کچھ نہ ہو جائے۔ کم ہے۔ گل نے کچھ کپڑے اسے بھجوا دیے اپنی شادی سے پہلے کے۔ اس کی امی خود بیگ لے کر آئیں۔ وہ ان کے گلے لگ کر رونے لگی۔ بے بسی، مجبوری، وقت کتنا ظالم ہے۔ کیسے آنکھیں بدل لیتا ہے۔ ایسے دوست اور پڑوسی بھی غنیمت ہوتے ہیں۔ شکر ادا کیا۔

امی کو چھوڑ کر کہیں جا نہیں سکتی تھی۔ ورنہ گل کی امی کے ساتھ جا سکتی تھی۔ اور پھر.... امی کی حالت دگرگوں ہوتی گئی۔ انہوں نے ثمی کا ہاتھ پکڑ کر بمشکل بات کی۔

"دیکھو، ہمت نہ ہارنا، اللہ پر یقین رکھو۔ مجھے کچھ ہو جائے۔ تم آپا کے پاس چلی جانا۔ وہ کہیں بھی ہوں اور اپنے گھر کو بھول جاؤ۔"

کتنی دقت سے انہوں نے یہ الفاظ رک رک کر کہے۔ وہ بے قابو ہو کر رونے لگی۔ "اف زندگی اور مشکل فیصلے، کس جرم کی سزا ہے۔ میرے اللہ۔" انکل نے سمجھایا۔ "آزمائش سے گھبراؤ نہیں۔ اللہ صبر کا اجر بھی ضرور دے گا۔"

کب تک صبر کرے۔ مگر اب صبر اس کی آزمائش بن گیا۔

☼ ☼ ☼

رات میں کسی وقت امی کی سانس کی ڈوری ٹوٹ گئی۔ امی تو ہمت و حوصلے کا پہاڑ تھیں پھر وہ حالات سے ہار گئیں۔ ایسا کیسے ممکن ہے مگر سب کچھ ممکن ہے۔ ایک اور صدمہ۔

ڈاکٹر سرفراز کے گھر سے امی کا جنازہ اٹھا۔ آہ اپنے گھر غسل کا پانی نہ نصیب ہوا۔ مگر وہ اب اپنا گھر نہ تھا۔ ثمی اب تھک گئی تھی۔ کتنا روتی اور کب تک صبر کرتی۔ انکل نے اس کے رشتے داروں کے فون نمبر مانگے تھے۔ اور لوگ۔ وہی لوگ جو امی کی ابا جان کی مہمان نوازی سے لطف اندوز ہوتے تھے۔ جمع ہو گئے۔ پھپھو بھی آ گئیں۔ محلے والے بے شمار۔ کسی رشتے دار نے نہیں کہا۔

"جنازہ ہمارے گھر سے جائے گا ڈاکٹر، تم تو غیر ہو۔ کسی عزیز یہاں تک کہ پھپھو کے منہ سے بھی نہ نکلا کہ "ثمین تم میرے ساتھ چلو۔ یہاں غیروں میں کیسے رہو گی۔" کسی نے بھی اس کی ذمے داری لینے کا اشارہ

PkPdf.Blogspot.Com

Downloaded From - PkPdf.Blogspot.Com

نہ کیا۔ اپنے سب غیر بن گئے۔ یہ دنیا کتنی بے وفا ہے۔ محلے والیاں البتہ اس کے پاس آکر اس سے پوچھتی رہیں۔ "کیا سوچا۔ کیا کروں گی۔" بیگم سرفراز نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ دیا۔

"آج سے یہ ہماری بیٹی ہے۔" اور سب بے فکر ہو گئے۔ وہ کڑا وقت جو زخم دے گیا۔ اس کا مرہم کہاں سے لاتی۔ دنیا میں تو نہ تھا۔ اس نے انکل سے دو دن بعد ہی کہہ دیا۔

"مجھے جاب کرنی ہے۔"

اور وہ مہربان انکل جیسے منتظر ہی تھے۔ کلینک میں آفس جاب موجود تھی۔ اس کے لیے ہی خالی تھی۔ اس نے کوارٹر میں رہنے پر اصرار کیا۔ انہوں نے بخوشی اس کا مطالبہ پورا کر دیا۔

اب وہ کلینک میں انچارج کی حیثیت سے عہدہ سنبھال کر کوارٹر کی مکین تھی۔ ڈاکٹر بھی مطمئن ہو گئے اور وہ خود بھی۔ کسی پر بوجھ بننا گوارا نہ تھا۔ کلینک کے فون سے انکل کی اجازت لے کر ماموں سے بات کر لی۔ ماموں خود بیمار تھے۔ انہوں نے اپنے اطمینان کے لیے ڈاکٹر سے بات کی۔

ماموں نے خالہ کے بارے میں پوچھا۔ اس نے کہہ دیا۔ "معلوم نہیں۔"

انہوں نے بتایا۔ "وہ بھی عرصے سے لاعلم ہیں۔"

ایک کمرے کے کوارٹر میں کتنا سکون تھا۔ وہ خود اپنی کیفیت پر حیران تھی۔ کیا کبھی سوچا تھا۔ امی کے بغیر اس تنگ کمرے میں سو سکے گی۔ مگر اسے شاید صبر آگیا تھا۔ وہ سکون سے سو جاتی۔ انکل آنٹی کی شفقت' دیگر ڈاکٹروں اور اسٹاف کا تعاون اور ہمدردی۔ دونوں وقت کھانا آنٹی بھیج دیتی تھیں۔

چھوٹے سے کوارٹر میں ضرورت کی ہر سہولت تھی۔ خدا کا شکر ادا کرتے نہ تھکتی۔ زندگی کسی بھی سانحے سے ختم نہیں ہو جاتی۔ گو کہ وقت بدل جاتا ہے۔ لیکن آنٹی سمجھاتی تھیں۔

"نصیب بدلتے دیر نہیں لگتی۔ زندگی میں غم ہے اور خوشی بھی امید اور یقین کے ساتھ زندگی گزارنے میں لطف ملتا ہے۔ اور سب سے بڑھ کر جو قوت ہے۔ وہ ہے برداشت۔ آپ کے پاس برداشت ہے تو آپ سب سے زیادہ بہادر ہیں۔ وہ بہادر بننے کی مشق کر رہی تھی۔ مگر یادداشت..... کمزور کر دیتی' کیا کیا بھلائے؟

ابا جان کی خون پسینے کی کمائی سے بنایا ہوا وہ خوب صورت گھر۔ جس کا سرسبز لان پھولوں سے مہکتا تھا۔ اور جس کے ایک گوشے میں پھلوں کے درخت تھے۔ ابا جان کی اپنے لان کے لیے کاوش اور جذباتیت۔ آم' آلو بخارہ' خوبانی' نیبو' آڑو کے پیڑ اپنے اپنے سیزن پر پھلوں سے لد جاتے۔ ابا جان خود سب کی دیکھ بھال کرتے اور پہلا پھل اپنے ہاتھ سے توڑ کر چنگیر میں رکھ کر لاتے۔

"لو بیگم سیزن کا پہلا پھل۔"

وہ منہ پھلا لیتی۔ "اور بیٹی کے لیے ابا جان؟"

"ابا جان کی جان۔ یہ سب بیٹی کے لیے ہے۔ ظاہر ہے آپ تو دھونے کی مشقت کریں گی نہیں۔"

جب بہت یاد آتی۔ وہ آنٹی کے پاس چلی جاتی۔ ابا جان سے ملتی جلتی شفقت انکل سے وصول کرتی۔

"ہاہ' نہ جانے کس مقام پر آگئی تھی زندگی' تنہائی اور محرومی۔

☼ ☼ ☼

کلینک میں ایک لڑکا جواد تھا۔ بہت نیک' مستعد' چاق چوبند بہت سے کام سپرد کیے جاتے جن کو خوش اسلوبی سے کر کے داد پاتا۔ سرفراز انکل کو اس پر اعتماد تھا۔ دراصل وہ کمپاؤنڈر تھا۔ لیکن ہر کام میں پیش پیش۔ کلینک سے تعلق ہو نہ ہو۔ اسٹاف کے کام کر کے خوش ہوتا۔

ثمی کو اعتراض تھا۔ جس کام کے لیے رکھا گیا تھا۔ جس کی تنخواہ وہ لیتا تھا۔ اس سے زیادہ' اس کے سوا کیوں کرتا ہے۔ اس کے اعتراض پر جواد نے انکساری کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔

"مجھے تو اس میں کوئی حرج نظر نہیں آتا۔ میں سب

PkPdf.Blogspot.Com

Downloaded From - PkPdf.Blogspot.Com

کے کام فرض سمجھ کر کرتا ہوں۔"

"تمہاری عزت نفس مجروح نہیں ہوتی؟ جب.... ذاتی کام لیے جائیں۔ وہ تم پر فرض تو نہیں۔"

"مجھے خوشی ہوتی ہے کہ میں کسی کا کام آسان کر رہا ہوں۔ میری عزت کم تو نہیں ہوتی۔ سب میری قدر کرتے ہیں۔ مجھے اپنی اہمیت کا احساس ہوتا ہے۔"

(عجیب آدمی ہے۔ اسے عزت نفس عزیز نہیں۔)

اس دن وہ چھٹی کے بعد گیٹ سے باہر کسی کام سے جا رہی تھی۔ لپکتا ہوا آیا۔ "کوئی کام تھا تو مجھے بتا دیتیں میں کر دیتا۔" اُفوہ۔ کس قدر ڈھیٹ ہے۔

"کیوں بھئی؟ میرے ہاتھ پاؤں سلامت ہیں۔ میں اپنا کام خود کر سکتی ہوں۔" وہ تنک کر بولی۔

"پھر بھی باہر اکیلی.... مطلب میں باہر جاتا ہوں تو آپ کا کام بھی کر دیتا۔ مجھے خوشی ہوتی۔"

"ہاں' میں دیکھتی ہوں۔ تم سب کام کر کے کتنا خوش ہوتے ہو۔ سمجھ لو میں تمہیں خوشی نہیں دینا چاہتی۔"

"کیوں جی۔ مجھ سے کوئی غلطی۔ کوئی قصور۔ سب تو ایسا نہیں کرتے۔"

"سب تمہیں ادنیٰ سے ادنیٰ کام دے دیتے ہیں۔ تمہیں اپنے مقصد کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ میں سمجھ لو' میں ان میں سے نہیں ہوں۔"

وہ واپس آئی تو گیٹ پر کھڑا تھا۔ وہ اسے نظر انداز کر کے اندر آ گئی۔

"وہ جی مس ثمین باہر گئی تھیں۔ تو میں کھڑا تھا کہ شاید انہیں میری مدد کی ضرورت ہو۔" وہ کسی نرس کے سوال کا جواب دے رہا تھا۔ ثمی چڑ گئی۔ اُفوہ میری نگرانی بھی اپنے فرائض میں شامل کر لی۔

ثمین پابندی سے آفس کے کاموں کے علاوہ مریضوں کے کمروں میں جا کر ان کی خیریت پوچھنے لگی۔ کوئی کام یا ضرورت ہوتی انہیں تو وہ کر دیتی۔ مریضوں کے لواحقین سے مل کر انہیں تسلی دینا' دلجوئی کرنا بھی آ گیا تھا۔ اب تو وہ نصیحتیں بھی کرنے لگی تھی نانی بن کر' سب خوش ہوتے۔ بعض لوگ تو چھوٹا موٹا تحفہ بھی لے آتے وہ شرمندہ ہو کر واپس کرتی۔ تو وہ یقین دلاتے کہ خلوص اور محبت کا تحفہ ہے۔ جو آپ کی طرف سے ہمارے مریض کو ملتا ہے۔ واہ میں اپنا وقت گزار رہی ہوں۔ یہ لوگ محبت بانٹ رہے ہیں۔

ایک دن چند نرسوں کے ہمراہ وہ مارکیٹ گئی تھی۔ وہ بھی مریضوں کے لیے محبت بھرا تحفہ دینا چاہتی تھی۔ کچھ اپنی ضروریات کی چیزیں بھی تھیں۔ نہ جانے شرجیل کیسے آ گیا۔ بے تکلفی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس کا بازو تھام کر شکوے کرنے لگا۔ وہ ہر چند ہاتھ چھڑانا چاہ رہی تھی۔ مگر وہ ضد پر آمادہ تھا۔

"جب سے گئی ہو۔ شکل نہیں دکھائی' غائب ہو گئیں۔ محلے والوں سے چچی کی خبر ملی۔ تم اتنی لاتعلق کیسے ہو سکتی ہو؟"

نرسیں اس کی ناگواری دیکھ کر آ گئیں اور شرجیل سے ہاتھ چھڑوایا اور دبنگ آواز میں کہا۔

"کون ہو جی تم۔ تمہاری ہمت کیسے ہوئی؟"

وہ بھی اکڑ گیا۔ "تم کون ہو؟ کیا لگتی ہو' میری کزن ہے' میں بات کر رہا ہوں۔"

"اوئے' بہت دیکھے ہیں ایسے غنڈے بدمعاش' کزن بن کر تڑی دکھانے والے۔ پولیس کو فون کرو نائلہ۔ ہماری باس کو چھیڑ رہا ہے۔ میڈم! آپ چلیں۔ ہم نبٹ لیں گے۔ کرنل فراز کو فون کرو۔"

"جواد! تم میڈم کو لے کر چلو۔ ہم آ جائیں گے۔ غنڈوں سے نبٹنا آتا ہے ہمیں۔" دوسری نرس بھی کم نہ تھی۔

جواد نے شرجیل کا گریبان پکڑ لیا۔ اب وہ جواب طلبی کرنے لگا۔ ثمی کو پریشانی ہو رہی تھی۔ آخر یہ جواد یہاں کیا کر رہا تھا۔ دکان دار بھی آ کر کھڑے ہو گئے۔ شرجیل کو بھاگتے بن پڑی۔ وہ بہت ڈر گئی۔

پتا چلا کہ جواد کا تو گھر ہی اس بازار کی ایک گلی میں ہے۔ اس کا یہی راستہ ہے۔ ورنہ وہ سمجھتی کہ وہ واقعی اس کا پیچھا کر رہا تھا۔ حالانکہ اس وقت اپنے ابا کے لیے حکیمی دوا لینے آیا تھا۔

"لو چراغ تلے اندھیرا۔" نرس زرجبیں نے مذاق

PkPdf.Blogspot.Com

Downloaded From - PkPdf.Blogspot.Com

اُڑایا۔" خود کلینک میں کام کرتے ہیں۔ ابا کو حکیم کا علاج۔۔۔ واہ جی۔"

جواد نے بتایا۔ "ابا کو حکیم کی دوا سوٹ کرتی ہے۔"

وہ دوا کی تلاش میں چلا گیا۔

نرس نے ثمی کو سمجھایا۔ "ڈرنے کی بات نہیں ہے مس۔ بے فکر ہو کر تڑی دے کر ایسے غنڈوں سے بات کرنا چاہیے۔ کمزور بندے کی تو پھر شامت آتی ہے۔" مگر وہ واقعی ڈر گئی تھی۔

☼ ☼ ☼

ایک دن شام کو نرس مارتھا اور زرجبیں کو کہیں جانے پر تیار دیکھ کر اس نے پوچھ لیا۔

"تم دونوں کہاں جا رہی ہو؟"

یہ دونوں اس کے ساتھ والے کوارٹروں میں رہتی تھیں۔ انہوں نے بتایا کہ جواد کے والد بیمار ہیں۔ جواد چھٹی پر ہے۔ بچارا اکیلا ہے کمانے والا۔ بڑی معلومات تھیں انہیں۔

"میں بھی چلوں؟" ثمی نے پوچھا۔

تینوں مل کر جواد کے گھر کی طرف چل پڑیں۔ مارکیٹ سے گزر کر گلی میں داخل ہوئیں۔ زرجبیں نے یاد دلایا۔ "یہ وہی جگہ ہے مس۔ جہاں آپ کا کزن ملا تھا۔"

جواد کا گھر چھوٹا سا تھا۔ تین کمروں کا مختصر صحن والا ابا کے کمرے میں کرسی نام کی کوئی چیز نہ تھی۔ تینوں اماں کے ساتھ دوسرے پلنگ پر بیٹھ گئیں۔ ابا سے خیریت پوچھی۔ نرس مارتھا نے جو پہلے بھی آتی رہی تھی۔ ثمی کا تعارف کرایا۔ ثمی نے ابا کو تسلی دی، نصیحتیں بھی کیں۔ جن کی وہ عادی ہوتی جا رہی تھی۔

(نانی کی روح خوش ہو جاتی ہوگی) اماں کی دل جوئی کی۔ جواد کی دو بہنیں تھیں۔ چائے بنا لائیں۔ ثمی نے ان کا شکریہ ادا کیا۔ چلتے ہوئے اس نے ابا سے کہا۔

"میں پھر آؤں گی۔ آپ کو صحت یاب دیکھنے کے لیے۔"

وہ خوش ہو کر بیوی سے بولے۔ "دیکھو کتنی نیک بچی ہے۔ مجھے دعا دے رہی ہے۔" اماں نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر دعائیں دیں۔

"اللہ اپنی امان میں رکھے۔ ہمیشہ خوشیوں کے جھولے جھولو۔"

کئی دن بعد جواد سے ابا کی خیریت پوچھی۔ شرما گیا۔ (لو جی۔ میں نے ایسی کیا بات کر دی کہ موصوف شرما گئے)

"وہ مس۔ ابا بہت خوش تھے آپ سے مل کر۔ اب بہتر ہیں۔"

"ارے واہ۔ میں کوئی جادو کرنے گئی تھی۔" ہنسی آ گئی۔

جواد بھی ہنس دیا۔ بڑی بے ریا ہنسی۔ خوش کرنے والی۔ ہنستے ہوئے اس کا چہرہ بھی کھل گیا۔

☼ ☼ ☼

ایک دن گل کی اماں آ گئیں۔ سب محلے والوں اور گل کا حال بتانے کے بعد رازداری سے بولیں۔

"تمہاری چچی تمہارا پتا پوچھ رہی تھیں۔ آئیں گی کسی دن۔ انہیں ان کے بیٹے نے بتایا ہے کہ تم یہیں افسر لگ گئی ہو۔ جستجو ہو رہی تھی۔ میں نے تو لاعلمی ظاہر کی ہے مگر کہیں سے بھی معلوم کر لیں گی۔ ان کے چکر میں نہ آنا۔ گھیریں گی بہت۔"

وہ بھلا چچی کے چکر میں کیا آتی۔ کچھ بھولی نہ تھی۔ لیکن عجب العجائب چچی نہیں خالہ آ گئیں۔ لپٹا کر دھواں دھار رونا شروع کر دیا مگر اسے رونا نہ آیا۔ آنسو خشک ہو گئے تھے۔ نہ ہی خالہ کے آنسو متاثر کر سکے۔ حالانکہ چند دن پہلے گل کی امی سے لپٹ کر بھل بھل روئی تھی۔

خالہ افسوس کرنے لگیں۔ یہ کوارٹر۔ اتنی عریض و وسیع کوٹھی کی رہنے والی۔ ایک کمرے کے مختصر گھر میں کیسے رہتی ہے۔ چچا کی فریب کاری پر غصہ کرنے لگیں۔ (اپنا بھول گئیں۔ شاید)

خالہ، چچی کی مکاری بتانے لگیں۔ کیسے انہوں نے

PkPdf.Blogspot.Com

Downloaded From - PkPdf.Blogspot.Com

ثمی کو پاگل جاہل بتایا۔ اپنی بیٹیوں کے سلیقے اور تعلیم و تربیت کے جال بچھائے۔ پتا نہیں کون سا منتر مجھ کمبخت پر کیا کہ بہن بھانجی کو بھول کر ان کے چکر میں آگئی۔ آج بہن یاد آئیں۔ ان کی بے وقت موت' بھانجی کی کسمپرسی۔

وہ بے دلی سے ان کی باتیں سنتی رہی۔ ان کی سرد آہیں بھی اس کے دل کو موم نہ کر سکیں۔ لیکن وہ بعد میں بے چین رہی۔ سب کچھ بھلایا تو نہیں جاتا۔ کچھ اچھے وقت کی یاد آ ہی جاتی ہے۔ وہ بدل گئی تھی۔ مگر اس قدر بھی نہیں۔

اور جب از سر نو بھلانے کی تگ و دو میں تھی۔ تو چچی تشریف لے آئیں۔ وہ آفس میں مصروف تھی۔ شروع مہینے کی مصروفیات۔ تنخواہوں کا حساب' دواؤں کی دریافت' کیا کچھ موجود ہے کیا نہیں ہے۔ نت نئے آرڈر۔ نرس' ڈاکٹروں کا آنا جانا آرڈر وصول کرنا۔ مریضوں کے لواحقین رشتے دار آکر شکریہ۔ معلومات مطلوبہ اشیاء کی فہرست۔ عزت و احترام سب کے انداز سے ہویدا تھا۔ چپ چاپ دیکھتی رہیں۔ لنچ ٹائم پر ان کی بات سننے کا موقع ملا۔

"تمہاری خالہ سنا ہے تمہارا پتا پوچھتی پھر رہی ہیں۔" "نہ امی کی تعزیت نہ افسوس تحقیق البتہ....

"دیکھو ان کے بہکائے میں نہ آنا۔ چالاک اور مطلب پرست ہیں۔ میں تو بھگت چکی ہوں۔ ہائے آئی تھیں کیا؟"

اس نے اقرار میں سر ہلایا۔

"دیکھا۔ میں سمجھ گئی تھی۔ اب وہ تمہیں گھیریں گی۔ ان کے چکر میں نہ آنا۔"

ڈاکٹر سرفراز دستک دے کر اندر آئے۔ "ارے' تم لنچ کے لیے نہیں آئیں۔ وقت ختم ہو گیا تو پھر شام تک مہلت نہیں ملے گی۔ چلو اٹھو۔"

"جی۔ وہ چچی آگئی تھیں تو اس لیے...." وہ منمنائی ان کی محبتوں' شفقتوں کی اسیر تھی۔

وہ چونک گئے۔ "اچھا؟ وہی جنہوں نے بھائی کی روح سے دغا بازی کر کے تمہیں گھر سے دربدر کیا؟ انہیں بتا دو۔ اب تم اس طرح کے دس گھر خرید سکتی ہو۔ تمہارے پاس وہ جادو ہے جو ان لوگوں کے پاس نہیں ہے۔ وہ ہے علم کا جادو۔ علم کی بے بہا دولت۔ تمہارے ماں باپ کی دعائیں۔ ان کی اعلا تربیت اور تمہاری صلاحیت۔"

چچی کا رنگ پیلا ہو کر سفید پڑ گیا تھا۔

"اپنی مہمان کو رخصت کرو اور ہمارے ساتھ لنچ کرو۔ پھر ڈیوٹی۔ رات کو تمہاری آنٹی تمہیں لینے آئیں گی۔ پی سی میں ڈنر پر جانے کے لیے تیار رہنا۔" کہہ کر چچی پر کڑی نظر ڈال کر اپنے ساتھ آئے ڈاکٹروں کے جلو میں واپس چلے گئے۔

ایک تو انکل کی شاندار شخصیت پھر ان کے دائیں بائیں مودب ڈاکٹروں کا اور پیچھے نرسوں کا لشکر۔ چچی نروس ہو رہی تھیں۔

"یہ.... ڈاکٹر سرفراز ہیں۔" وہ چچی کو بتانے لگی۔

"ابا جان کے پرانے دوست' یہ ہاسپٹل ان ہی کا ہے۔ مجھے یہاں کا انچارج بنایا ہے انہوں نے.... انہوں نے ہی ابا جان اور امی کا بھی آخری وقت دیکھا۔ پھر امی کے جنازے کو اپنے گھر لے گئے' وہیں سے...."

بات نامکمل چھوڑ کر قابو کرنے لگی خود کو کہ کمزوری ظاہر نہ ہو۔

"آپ کے گھر سے نکل کر پھر ہم دونوں ان کے گھر گئے۔ وہ مردہ' میں بھی نیم مردہ...."

چچی اٹھیں اور باہر نکل گئیں۔ وہ واش روم میں گھس کر منہ دھوتی رہی۔ آنسو نظر نہ آجائیں۔ کئی دن اس بے کیف ملاقات کے حصار میں رہی۔

☼ ☼ ☼

ایک دن جواد کے گھر چلی گئی۔ وہاں اماں سخت پریشان نظر آئیں۔ بتایا کہ "گھر کرائے کا ہے۔ دو ماہ سے کرایہ نہیں دے سکے۔ جواد نئی اچھی سی نوکری کے لیے ہاتھ پیر مار رہا ہے مگر.... سفارش نہیں ہے۔ اب یہ نئی مشکل' قرض کے لیے ادھر ادھر چکر لگا رہا ہے۔ دیکھو اب کیا ہوتا ہے۔"

PkPdf.Blogspot.Com

Downloaded From - PkPdf.Blogspot.Com

بہن نے آکر بتایا۔ "اماں بھائی آگئے ہیں۔"
اماں نے اشارے سے پوچھا "کیا ہوا؟"
بہن نے مایوسی سے گردن ہلائی۔
"اچھا بھائی کو چائے دو۔ میں ابھی آتی ہوں۔"
اماں کے جاتے ہی ثمی نے پرس سے مطلوبہ رقم نکالی اور ابا کے تکیے کے پاس رکھ دی۔ آبدیدہ ہو گئے بزرگ۔ انکار کرنا چاہتے تھے تو اس نے کہا۔
"ابا! میں اکیلی ذات ہوں۔ مجھے خاصی بڑی تنخواہ ملتی ہے۔ یوں ہی رقم بینک میں پڑی رہے۔ کیا فائدہ' یہ بہتر نہیں کہ کسی کا کام آسان ہو جائے۔"
ابا کی مشکور و ممنون آنکھوں کا تاثر بے حد اثر انگیز تھا۔ اماں بولتی ہوئی آئیں۔
"نہ کوئی رشتے دار نہ اپنا کام آتا ہے نہ دوست۔ بھلا بتاؤ بچے کو شرمندہ کر دیا۔ اب نہ کوئی ٹھور نہ ٹھکانہ مالک مکان گھر خالی کرنے کو کہہ رہا ہے۔"
ابا نے تکیے کے نیچے سے رقم نکال کر کہا۔ "جواد سے کہو۔ دنیا میں فرشتے بھی ہوتے ہیں۔ اللہ انہیں مدد کے لیے دنیا میں بھیجتا ہے ہم جیسوں کے لیے۔" اماں کا چہرہ دمک اٹھا۔ پھر مشکوک نظروں سے ثمی کو دیکھا۔
"اماں! میں بھی آپ کی بیٹی ہوں۔ آپ اب کچھ نہیں کہیں گی۔ کیا میں ماں باپ کو پریشان دیکھ سکتی ہوں۔"
اماں پھر بھی بحث کے موڈ میں تھیں۔ آخر کہنا پڑا۔
"اچھا اسے قرض سمجھیں۔ جواد کی تنخواہ سے کاٹ لیا کروں گی قسط۔ خوش؟"
ابا اٹھ کر بیٹھ گئے۔ "لو جی میں تو ٹھیک ہو گیا۔ لاؤ کھانا کھالوں فکر سے نیند بھوک سب غائب تھی۔"
"ابا! آپ بالکل صحت یاب ہو جائیں۔ ہم پارٹی کریں گے ہوٹل میں۔" وہ بشاش لہجے میں بولی۔ پھر وہ رکی نہیں۔ جواد کا سامنا ہونے سے پہلے گھر سے نکل آئی۔
اگلے دن جواد آیا۔ تنہائی ملتے ہی بولنے لگا۔ رقم واپس لینے پر اصرار' وہ چڑ گئی۔

"افوہ۔ دیکھو جواد! نہ میں نے احسان کیا ہے نہ میں اس ارادے سے وہاں گئی تھی نہ ہی مجھے علم غیب ہوا۔ یہ امداد غیبی سمجھ کر کام میں لاؤ۔ دیکھو میں بے ارادہ تمہارے گھر چلی گئی۔ وہاں پریشانی تھی۔ عام حالات میں بلکہ محتاط طبیعت سمجھ لو۔ کبھی میں پرس میں زیادہ رقم رکھتی ہی نہیں۔ اور مجھے کچھ لینا بھی نہ تھا۔ قدرت نے مجھے وہاں پہنچایا۔ زیادہ رقم قدرت کے اشارے پر ہی میرے پرس میں تھی۔ اب اماں ابا کو پریشان دیکھ کر میں بے نیازی سے آجاتی۔ تو اللہ کو کیا منہ دکھاتی اور ہاں۔ دوسرا مکان تلاش کریں' یہ والا مالک مکان تو بہت بے مروت ہے۔ خود غرض' لالچی' حد ہو گئی۔ اسے احساس نہیں کہ گھر خالی کر کے تم لوگ جاؤ گے کہاں؟"
"وہ تو اس کی بھی مجبوری ہے۔ اس نے گھر بنایا ہی آمدنی کے لیے ہے۔ وہ نقصان کیوں اٹھائے گا؟"
"ہاں تو سنا ہے اس کے دو مکان ہیں۔ بھئی انتظار کر لے۔ ایک کے کرائے سے کام چلائے۔"
جواد اس کی بات سن کر حیران ہو گیا۔ بھول گیا کہ رقم واپس کرنے آیا تھا۔ سمجھ گیا کہ وہ واپس نہیں لے گی۔
"اور اسے کبھی مجھ سے بھی ملانا۔ میں اس کی اچھی خبر لوں گی اور اخلاق اور انسانیت پر ایسا لیکچر دوں گی کہ اس کے ہوش اڑ جائیں گے۔ پھر کبھی تقاضا نہیں کرے گا۔"

☼ ☼ ☼

آفس میں داخل ہوئی تو حیرت کا جھٹکا لگا خالہ مع صاحبزادے کے براجمان۔ مسلسل بولتی رہیں۔ ہمدردی۔ افسوس اپنی بے خبری' پیش کش۔
"میں تو کہتی ہوں تم آج ہی ہمارے گھر آجاؤ۔ اس کوارٹر میں تھوڑی دیر میں ہی میرا تو دم گھٹنے لگا۔ تم کیسے رہتی ہو۔ سہیل تو سن کر ہی اتنا پریشان ہوا کہ امی ابھی جا کر لائیں ثمی کو۔"
اس نے بے رخی اور بد اخلاقی کے تمام تسلیم شدہ

PkPdf.Blogspot.Com

Downloaded From - PkPdf.Blogspot.Com

ریکارڈ توڑتے ہوئے اعلان کیا۔

"خالہ! اس آفس میں کام کرنے کی مجھے تنخواہ ملتی ہے۔ میں اپنی اوقات اور حیثیت پہچان گئی ہوں۔ ان کوارٹروں میں بھی انسان ہی رہتے ہیں اور یہاں آفس میں کام کے اوقات میں مہمانوں سے ملنے کی اجازت نہیں ہے۔ آپ شام کو میرے کوارٹر آکر مل سکتی ہیں اور کسی کو بھی پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ میں مطمئن اور خوش ہوں۔ یہاں میری عزت اور قدر ہے۔ پلیز مجھے کام کرنا ہے۔ آپ شام کو آسکتی ہیں۔"

مصروفیت ظاہر کرنے کے لیے رجسٹر الٹ پلٹ کرنے لگی۔ دونوں خاموشی سے چلے گئے۔ ابھی جو اخلاق اور انسانیت کا پرچار کرکے جواد کو مطمئن کرکے آئی تھی۔ خود بے چین ہوگئی۔ خالہ سے ایسا سلوک۔ بری بات مگر کیا کرے۔ اسے کہاں کوئی پناہ ملی۔ کس نے آسرا دیا؟ ہمدردی؟ اب دنیا میں اتنی جلد انقلاب بھی آسکتا ہے۔ مگر اس کے اندر بھی انقلاب برپا تھا۔

وہ کیا تھی۔ کیا ہوگئی۔ وہ لاابالی' بے فکر' بے خبر' خوش مزاج' لاڈلی بیٹی۔ اتنی تلخ۔ برگشتہ۔ بدمزاج۔ کیسے؟ حالات۔ کیا کچھ نہ گزر گیا تھا اس پر۔ وہ بھی تیزی سے بدل رہی تھی۔

انکل نے بتایا۔ "تمہاری خالہ آئی تھیں۔ بیٹا ساتھ تھا۔ انہیں تم پر گزرنے والی قیامت کا علم دیر سے ہوا۔ وہ چاہتے ہیں کہ تمہارے چچا سے قانوناً" تمہارا گھر واپس لے لیا جائے۔ تم اپنے گھر کے کاغذات لاکر دے دو۔ میرا خیال ہے وہ صحیح کہہ رہے ہیں۔ یہ ہو سکتا ہے۔ جو نکتہ انہوں نے بیان کیا کہ تمہارے والد اپنے موروثی گھر کے حصے سے بھائی کے حق میں دست بردار ہوگئے تھے۔ وہ گھر تمہارے چچا کا ہوا۔ تمہارا گھر تمہارے نام سے بنایا گیا تھا۔ بلا شرکت غیرے۔ اس پر قانوناً" یا شرعاً" کسی اور کا حق نہیں ہے۔ میرا مشورہ ہے۔ تم کاغذات انہیں دے دو۔ لڑکا بیرسٹر ہے۔ ہوشیار ہے۔ اگر کامیابی ہوئی تو..."

مجھے ان کاغذات کا کرنا بھی کیا ہے۔ اس نے سوچا اور لاکر سے لاکر انکل کو دے دیے کہ کرلیں کوشش۔

امید کم ہی تھی۔ لیکن... انکل نے بتایا انہیں اس کام کا معاوضہ نہیں لینا۔ محض اپنے پن اور ہمدردی میں یہ کام کریں گے۔

اچھا بھئی دیکھ لیتے ہیں ہمدردی۔ ویسے اپنے پن کو تو پرکھا جاچکا۔ اگر چچی نے کچھ غلط بیانی کی بھی تھی تو امی سے تصدیق کی جاسکتی تھی۔ اگر ان سے نہیں تو محلے والوں سے یا اس کے کالج کے ٹیچرز وغیرہ سے۔ لیکن نانی کی بات۔ خالو لالچی ہیں۔ جہاں دولت دیکھی ادھر ڈٹ گئے۔ ممکن ہے خالہ نے ان سے مشورہ کیے بغیر اپنی محبت میں انگوٹھی پہنا دی ہو۔ بعد میں شوہر کی مرضی پر فیصلہ بدل دیا۔ اس نے دل میں خالہ کے لیے نرم گوشہ ابھرتا محسوس کیا۔

"کیسے عجیب لوگ ہیں دنیا میں۔ رنگ بدلتے دیر لگے نہ شرم آئے۔ جب آنٹی نے اسے وہ نئی خبر سنائی۔ وہ دنگ رہ گئی۔

"تمہاری چچی مجھ سے ملنے آئی تھیں۔ (تو انہوں نے تلاش کر ہی لیا منبع) اپنے بیٹے سے تمہارا رشتہ لے کر۔ کہتی ہیں یہ موقع بہترین ہے۔ اپنے باپ کے گھر مالک بن کر رہنے کا۔"

اوہ۔ کچھ سن گن مل گئی ہوگی۔ قانونی کارروائی کی۔ گویا مسٹر سہیل نے کام شروع کردیا۔ "آپ نے کیا کہا ان سے؟"

میں نے کہا۔ "شین کے تو بہت رشتے آتے ہیں۔ دولت مند اور اعلا تعلیم یافتہ اونچی پوزیشن والوں کے۔ زمین جائیداد والے۔"

کہنے لگیں۔ "ہم بھی جائیداد والے ہیں۔ پیسہ بھی بہت ہے۔ رشتے دار ہیں۔ اپنا خون ہے اس لیے یہ چاہا۔"

میں نے کہا "اچھا اسی خونی رشتے کی وجہ سے آپ نے اسے دربدر کرنے میں دیر نہ لگائی۔ اپنی ماں کو جس حالت میں ہاسپٹل لائی۔ اس وقت خونی رشتے دار کہاں تھے۔ بس بیٹی۔ میں نے انہیں واپسی کا راستہ بتادیا۔"

بدلتا ہے رنگ آسماں کیسے کیسے۔

☼ ☼ ☼

PkPdf.Blogspot.Com

Downloaded From - PkPdf.Blogspot.Com

سہیل نے کارروائی کی ابتدا کردی تھی۔ ثمی کو بھی کئی بار عدالت جانا پڑا۔ مگر اسے امید نہ تھی۔

چھ ماہ کا عرصہ۔ انکل نے اسے کاغذات دیتے ہوئے خوشی سے معمور لہجے میں کہا۔ "چلو بیٹا۔ یہ کام بھی پایہ تکمیل کو پہنچا۔ سہیل کی کاوش اور قابلیت نے معرکہ جیت لیا۔ اب تم اپنے گھر کی مالک ہو۔ کل عدالت کے کارندے گھر کا قبضہ لے کر... آج سہیل مجھے چابی دینے آیا تھا۔ بہت مبارک باد دے رہا تھا۔ چلو چل کر دیکھتے ہیں۔"

وہ سن ہو گئی۔ اعصاب سو گئے۔ کیسے؟ ناامیدی بے یقینی اور فتح کی خبر۔ گھر۔ پیارا گھر' ابا جان کی حلال کمائی کا بنایا ہوا۔ ان کی محبتوں کی نشانی' امی کے سلیقے کا سجایا ہوا۔ اس وقت اجڑے دیار کا نقشہ نظر آرہا تھا۔ اسے بہت رونا آرہا تھا۔

محلے والے جمع ہو گئے۔ خواتین مبارک باد کے لیے آگئیں۔ خوش بہ خوش۔ گل کی امی نے گلے لگا لیا۔

"کل بڑا عبرت انگیز منظر تھا۔ جب عدالت کے کارندے اندر سے سامان باہر پھینک رہے تھے۔ تمہاری چچی رو رو کر فریاد کر رہی تھیں۔ ان کا بیٹا دور کھڑا تھا۔ محلے والے بھی چچی کی امداد کیسے کرتے۔ اور یہ فرنیچر جو یہاں بچ گیا ہے۔ زیدی صاحب کی بیوی بیٹی کی بدولت۔ وہ نشان دہی کر رہی تھیں کہ یہ سامان مالکوں کا ہے۔ ملکہ نے برتنوں کو ان کے ہاتھ سے چھین چھین کر جگہ پر رکھا کہ یہ یہاں کا پرانا سامان ہے۔ یہ صوفہ' بیڈ' الماریاں کسی کو لے جانے نہیں دیا۔ کون بھول سکتا ہے تمہارے ماں باپ کے حسن سلوک کو۔ دیکھا یہ ہے قدرت کا انتظام۔"

"اور... خالہ وہ نسریٰ' اسریٰ؟" اسے یاد آیا۔ ہمدرد اور محبت والی اسریٰ نہ جانے کہاں ہوگی۔

"بیٹا وہ تو سپاہیوں کے آتے ہی چلی گئیں۔ سنا ہے تمہارے چچا کے دو گھر اور ہیں۔ کرائے پر تھے' اب وہیں گئی ہیں ماں بیٹیاں یا پتا نہیں' پھوپھی نے تو پناہ دینے سے انکار کر دیا تھا۔ حالانکہ غاصب تو وہ بھی ہیں۔"

محلے کے لوگوں کو گھر کی صفائی کی ذمہ داری سونپ کر کہ لوگ آرہے تھے تو ثمی نے افتاں و خیزاں اندر آتی شکو کو دیکھا۔ کچھ بھاری بدن ہو گیا تھا۔ لپٹ گئی۔ روتی رہی' شادی ہو گئی تھی بچہ بھی تھا۔ نہ جانے کس طرح خبر ملی کہ فوراً" آئی۔

وہ آنٹی' انکل کے ساتھ ان کے گھر آگئی۔ گم صم تھی۔ جیسے کچھ سمجھ میں نہیں آرہا ہو۔ لیکن رات کو واپس کلینک آگئی۔ کوارٹر کے تنگ ماحول میں۔ پناہ گاہ یہ اس کے لیے آغوش مادر سے کم نہ تھا۔ جب وہ مایوس' دل گرفتہ بے آسرا تھی۔ اس جگہ نے سہارا دیا' اعتماد دیا۔

صبح ہوتے ہی مٹھائی اور فروٹ منگا کر تمام اسٹاف کو کھلایا۔ مریضوں کے لیے فروٹ لے گئی۔ ہر طرف مبارک باد کا شور تھا۔ جواد بہت مسکرا رہا تھا۔ اس کے سوال پر شرما گیا۔

"وہ تو مجھے خوشی ہو رہی تھی۔ اس لیے۔"

کمال ہے۔ یہ آدمی ہر ایک کے معاملے میں دخل اندازی یوں کرتا ہے جیسے اس کا اپنا معاملہ ہو۔ شاید اسی لیے اتنا مقبول بھی تھا۔

شام کو مٹھائی اور فروٹ لے کر جواد کے گھر جا پہنچی۔ انہیں جواد بتا چکا تھا۔ سب نے مبارک باد کے ساتھ دعائیں دیں۔ ابا کو فروٹ دیے تو بولے۔

"میں تو مٹھائی کھاؤں گا۔ خوشخبری کی مٹھائی سے نقصان نہیں ہوتا۔"

ان کی منطق ہی الگ تھی۔ جواد انہیں بہت پرہیز کرواتا تھا۔ اس لیے بڑے میاں کوئی موقع جانے نہ دیتے۔

وہ آرہی تھی تو اماں نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔ "سب کچھ اللہ کے حکم سے ہوتا ہے۔ اس کا جتنا شکر ادا کرو کم ہے۔ ہماری دعائیں تمہارے ساتھ ہیں۔ نہ جانے تمہارے ماں باپ کی نیکی تھی یا ان کی دعائیں۔ جو آج بھی تمہارے کام آرہی ہیں۔ یا دونوں ہی۔ ان کے لیے بھی دعائے مغفرت کیا کرو۔"

جب بھی کوئی ابا جان اور امی کا اچھے الفاظ میں ذکر

PkPdf.Blogspot.Com

Downloaded From - PkPdf.Blogspot.Com

کرتا اس کا دل خوشی اور طمانیت سے بھر جاتا اور آنکھیں بھیگ جاتیں۔ آنکھیں پلو سے خشک کرتی وہ گلی سے باہر نکل کر ٹیکسی کا انتظار کرنے لگی۔ کسی کے ہاتھ نے اس کا ہاتھ دبوچا۔ اس کی چیخ نکل گئی۔

"چپ رہو اور میرے ساتھ چلو ورنہ....." شرجیل تھا۔ زخمی شیر۔

وہ پھر چیخی۔ "چھوڑو۔ چھوڑو میرا ہاتھ۔" مگر وہ کھینچے لیے جا رہا تھا۔

وہ مدد کے لیے چلا رہی تھی۔ دکاندار سب مصروف۔ خریداروں کا اژدھام۔ وہ زور لگا کر زمین پر بیٹھ گئی۔ اور زور زور سے اللہ کو پکارنے لگی۔

"دیکھو۔ ابھی آرام سے کہہ رہا ہوں۔ میرے ساتھ چلو۔ کسی کو بلایا تو نقصان کی تم ذمے دار ہو گی۔"

وہ تو اللہ کو پکار رہی تھی۔ زمین پر بسنے والے بندگان خدا تو محض تماشائی تھے۔ لا تعلق، بے نیاز۔ اب وہ اسے گھسیٹ رہا تھا۔ زمین پر۔ سڑک پر۔ وہ ہاتھ پیر چلا رہی تھی، حلق کو بھی کام میں لا رہی تھی۔ مگر بے سود۔ اچانک گرفت کمزور ہوئی اور ہاتھ آزاد، وہ بہ آسانی کھڑی ہو گئی۔ چھلے ہوئے گھٹنوں کے باوجود۔

تب اس نے جواد کو دیکھا۔ جو شرجیل کا ہاتھ پکڑ کر ثمی کو بچانے کی تگ و دو میں تھا۔ پھر چند راہ گیر بھی اس جنگ میں شامل ہو گئے۔ شرجیل، جواد کو مار رہا تھا۔ گھونسے، لاتیں۔ مگر جواد صرف چیخ رہا تھا۔

"جائیں میڈم! آپ چلی جائیں۔"

وہ کیسے چلی جاتی۔ اس معرکے سے الگ ہونا اس کے بس میں نہ تھا۔ پھر یکایک شرجیل نے جیب سے پستول نکالا۔ ثمی کو نشانہ بنایا۔ جواد چیخا اور شرجیل کو دھکا دیا۔

"چھوڑوں گا نہیں۔" اس نے کہا اور پستول سے گولی نکلی۔ مگر ثمی سکتے کی کیفیت میں تھی، ہل نہ سکی۔ نہ جانے کیسے جواد اس کی ڈھال بن گیا۔

گولی جواد کو لگی۔ وہ لڑکھڑایا۔ مڑ کر ثمی کو دیکھا۔ پھر گر پڑا۔ لوگوں نے شرجیل کو قابو میں کر لیا تھا۔ پستول چھین لی تھی۔ "پولیس" کوئی چیخا۔ جواد کا خون سڑک پر۔ سڑک لال ہو رہی تھی۔ اس نے بے بسی سے دیکھا۔

پولیس وین میں وہ کلینک پہنچے، بے ہوش جواد۔ حواس باختہ ثمی۔ ڈاکٹر سرفراز تو خود پریشان ہو گئے۔ فوراً" آپریشن تھیٹر میں لے گئے۔ سوالات..... کس نے مارا۔ گولی کہاں لگی۔ کیسے ہوا۔ وہ تو ایسا آدمی نہ تھا۔ ہاں وہ تو ایسا نہ تھا۔ مگر لوگ ایسے ہی ہوتے ہیں۔ زخمی کرنے والے۔ وہ بنچ پر بیٹھی کانپ رہی تھی۔

"میری وجہ سے..... میرے لیے اس اکیلے گھر کے کفیل نے۔"

ڈاکٹر سرفراز پولیس سے بات کر رہے تھے۔ نرسیں اس کو تسلی دینے لگیں۔ "دعا کرو مس دعا کرو۔" سب مل کر دعا کرنے لگیں۔ مارتھا کھڑے ہو کر انجیل سے کچھ سنانے لگی۔ دعائیں۔ میں اس کے ماں باپ کو کیا جواب دوں گی۔ بس یہی سوال بے چین کر رہا تھا۔ دو گھنٹے یوں گزرے جیسے دو صدیاں۔

"گولی نکال دی گئی ہے۔ اڑتالیس گھنٹے اہم ہیں۔ دعا کریں۔ خون زیادہ بہنے کی وجہ سے کمزوری بہت ہے۔"

"اڑتالیس گھنٹے۔ اس کی اپنی زندگی میں اتنے اہم ہوں گے۔ سوچا بھی نہ تھا۔ سب اپنے کاموں میں لگ گئے۔ وہ اسی جگہ جمی رہی۔ پھر انکل آکر ڈانٹ ڈپٹ کر اسے اپنے ساتھ لے گئے۔ آنٹی اس کی حالت دیکھ کر گھبرا گئیں۔ وہ جیسے حواسوں میں نہ تھی۔ اڑتالیس گھنٹے۔ یہی الفاظ منہ سے نکل رہے تھے۔ پھر وہ پاگلوں کی طرح، نہ نظر آنے والا نقطہ تلاش کرتی۔ آسمان تکتی کبھی زمین۔ اماں ابا کو کیا منہ دکھاؤں گی۔ کیا کہوں گی ان سے۔ اگر جواد کو کچھ ہو گیا۔ میں..... میں ان کی کفیل بن جاؤں گی۔ ہاں لیکن ان کا بیٹا۔ اصلی بیٹا تو بن نہیں سکتی۔ ان کے وہ ارمان تو پورے نہیں کر سکتی۔ بیٹے کا سہرا۔ اس کے بچے۔ ان کی اپنی نسل۔

"پولیس کو میں نے بیان دیا ہے۔ شرجیل نے جنون کے عالم میں گولی چلا دی تھی۔ خدا کرے جواد صحت مند ہو جائے۔ پھر سب ٹھیک ہو جائے گا۔

PkPdf.Blogspot.Com

Downloaded From - PkPdf.Blogspot.Com

بہرحال تمہارا نام اس میں نہیں آئے گا۔" انہوں نے تسلی دی۔ بہت معاملہ فہم تھے ڈاکٹر۔

رات تھی کہ سیاہ رات۔ جاگتے سوتے ختم ہی نہیں ہو رہی تھی۔ صبح ہوتے ہی وہ بھاگنے کے موڈ میں تھی۔ انکل نے روکا۔

"چھوڑ دوں گا تمہیں۔ میری بات ہوئی ہے ڈاکٹر اویس سے۔ خطرے سے باہر ہے۔ اپنا حلیہ درست کرو۔ اگر وہاں پولیس ہو۔ تمہیں کوئی بیان نہیں دینا۔ سمجھ لو تمہارا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ جرم شرجیل نے کیا ہے اور بس۔ بعد میں دیکھیں گے۔ آرام سے چلیں گے۔"

پتا نہیں اب انکل کیا کریں گے۔ میرا نام آئے بغیر مقدمہ کیا بنے گا۔ اندر جا کر اس نے حلیہ درست کیا۔ ناشتہ سب کے ساتھ کر کے انکل کے ساتھ نکلی۔ کلینک میں جواد کے والد تھے۔ وہ ان کے گلے لگ کر دھواں دھار روئی۔ انہوں نے پیار سے سمجھایا۔

"بیٹا تمہارا قصور نہیں ہے۔ ایک حادثہ تھا۔ جو ہونا تھا ہو گیا۔ کبھی بھی کسی کے ساتھ ہو سکتا ہے۔ تم نہ ہوتیں تو کوئی اور سبب بن جاتا۔ یہ جواد کے نصیب میں تھا سو ہوا۔ شکر ہے مولا کا۔ جان بچ گئی۔" بہت ہی صابر تھے۔

"وہ اللہ نے ہمیں بہت دعاؤں کے بعد عطا کیا تھا۔ اللہ ہی اس کی حفاظت کرتا ہے۔"

ایسے لوگ بھی دنیا میں ہوتے ہیں۔ قانع صابر شاکر۔ آزمائش کو صبر شکر کے ساتھ گزارنے والے۔ وہ ابھی آئی سی یو میں تھا۔ باہر شیشے سے جھانک کر دیکھا۔ اف! رنگ زرد' نقاہت چہرے سے ظاہر تھی۔ دیکھا نہ گیا۔ پٹیوں میں جکڑا ہوا۔ خاموش' بے ہوش۔ وہ جو ہر کام میں پیش پیش رہتا تھا۔ اسے ساکت لیٹے دیکھنا۔

☼ ☼ ☼

اسے ہوش آ ہی گیا۔ پھر کئی دن بلکہ کئی ہفتے لگے سنبھلنے میں۔ ڈسچارج ہو کر گھر چلا گیا۔

انکل کی کوشش سے جواد کو بہت اچھی جاب مل گئی۔ اس نے ایم بی اے کیا ہوا تھا۔ جب عرصے تک جاب نہ ملی تو انکل کی پیش کش قبول کر لی۔ ابا بھی جب تک سروس کر رہے تھے پھر ریٹائر ہو کر بیٹھ گئے۔

خالہ پھر آ گئیں۔ وہی 'اپنا گھر ہوتے ہوئے یہاں کیوں پڑی ہو۔ سہیل نے تمہاری خاطر اتنی محنت اور کوشش سے گھر حاصل کیا ہے۔ اس مقدمے کے لیے رکا ہوا تھا۔ امریکہ سے بلاوے آ رہے ہیں۔ یہی رونا تھا ان کا۔

"خالہ! آپ کا شکریہ۔ اپنے بیٹے تک بھی میرا شکریہ پہنچا دیں۔ لیکن مجھے اب گھر کی ضرورت نہیں تھی۔ میں نے تو صبر کر لیا تھا۔ اب اس لیے یہاں ہوں کہ یہاں میری جاب ہے۔ مجھے آسانی ہے۔"

شرجیل جیل میں تھا۔ چچا امریکہ سے آ گئے تھے۔ بیٹے کی رہائی کے لیے اپنی کمائی بے دردی سے لٹا رہے تھے۔ کئی بار ثمی سے ملنے کی کوشش کی۔ سرفراز انکل کی تاکید تھی کہ چچا کلینک میں داخل نہ ہوں اور وہ ہر بار مایوس گئے۔

وہ خاموشی سے اپنا کام کر رہی تھی۔ اب وہ کسی تبدیلی کی خواہاں نہ تھی۔ قناعت پسند ہو گئی تھی۔ جواد اپنی نئی نوکری پر مطمئن تھا۔ کبھی کبھی اس کی کمی محسوس ہوتی۔ یہاں کا ہر فرد اس کا عادی تھا۔ سب ذکر کرتے۔ آنٹی نے آ کر نئی خبر دی۔ "خالہ اسے بہو بنانا چاہتی ہیں۔" تمہاری خاطر امریکہ کی جاب چھوڑ کر آیا۔ کامیابی کے بعد اتنا تو ان کا حق ہے۔ سوچ کر جواب دینا۔ مجھے تو کوئی حرج نظر نہیں آتا۔ اپنے آخر اپنے ہوتے ہیں۔"

اور وہ اس آخری جملے سے متفق نہ تھی۔ صاف انکار کر دیا۔

"ان کی محنت کا شکریہ میں ادا کر چکی ہوں۔ آنٹی! میں ایک بار رد کیے جانے کے بعد مزید ذلت نہیں سہہ سکتی۔ امی کی وہ ذہنی اذیت' ان کا دلی صدمہ..... یہی صدمہ ان کا دشمن بنا۔ میری شادی نہ ہو سکنے سے زیادہ خالہ کا رازداری سے میری کزن سے رشتہ جوڑنا۔ اپنے کیا اس طرح دغا فریب کرتے ہیں۔ وہ بتا دیتیں۔ امی

PkPdf.Blogspot.Com

Downloaded From - PkPdf.Blogspot.Com

برداشت کر لیتیں۔ لیکن.... امی سے زیادہ چچی کا اعتبار کیا تھا۔ ان کا دل ٹوٹ گیا آنٹی۔"

"مجھے اندازہ ہے۔" آنٹی ملائم لہجے میں بولیں۔ "میں تمہاری امی کی جذباتی کیفیت سے بھی آگاہ ہوں۔ لیکن.... شاید وہ اس غلطی کا کفارہ دینا چاہتی ہوں۔ تلافی کرنا مقصود ہو۔"

"میں اب کسی کا اعتبار نہیں کر سکتی آنٹی۔ خصوصاً" کسی اپنے کا۔ میں نے سوچ لیا تھا کہ خالہ کے گھر رشتہ نہ ہونا میری بہتری میں ہوا۔ امی نے یہی باور کرایا تھا تاکہ میں اثر نہ لوں۔ مگر خود امی کی ذلت کیسے گوارا کروں۔ میں زندگی بھر امی کی ذلت کے احساس سے اس رشتے سے نباہ کر سکوں گی؟ میں مرنا قبول کروں گی۔ مگر....."

"اچھا چلو.... زیادہ جذباتی ہونے کی ضرورت نہیں۔ اصل میں وہ آئی تو تمہیں رشتہ لے کر' ہم نے انکار کر دیا۔ تمہارے انکل نے تمہارا رشتہ طے کر دیا اپنی مرضی سے۔" مسکرا رہی تھیں۔

"اوہو۔ آنٹی ڈرامہ باز۔"

"جواد ایک اعلا شریف گھرانے کا آزمایا ہوا معقول اور نیک لڑکا ہے۔ اس کی عادات اور اطوار سے متاثر ہو کر تمہارے ڈاکٹر انکل نے اسے تمہارے لیے نامزد کر دیا تھا۔ تمہیں یا اسے لاعلم رکھ کر اور اب جبکہ کافی گتھیاں سلجھ گئی ہیں جواد کو اس کے لائق جاب مل گئی ہے۔ ان کے والدین تک اپنی خواہش پہنچا چکے ہیں ڈاکٹر صاحب۔ انہیں بھلا کیا اعتراض ہو گا۔ آج ہم تاریخ طے کرنے جا رہے ہیں۔"

سب سنا کر اسے ہکا بکا چھوڑ کر آنٹی شاپنگ کے لیے نرس کو لے کر چلی گئیں۔

اس کی شادی کی ذمہ داری۔ اور کلینک میں شور برپا ہو گیا۔ مبارک سلامت۔ کوارٹر میں رات کو کمرہ بند کر کے گانا بجانا بھی روا تھا اف۔ ہنگامہ ہی ہنگامہ۔ مسلسل ہنگامہ' جملے' مذاق اور وقت بہت تیزی سے گزر گیا۔ بارات نکاح رخصتی سب کچھ ڈاکٹر انکل کی مرضی اور ذمہ داری پر لیکن حیرت کا ایک اور جھٹکا۔

ماموں' ماموں آ گئے تھے۔ اس کے سرپرست.... اسے خبر نہ ہوئی۔ شادی کے دن دلہن بن کر اسے بہت شرم آ رہی تھی۔ ہائے اللہ' جواد کیا سوچتا ہو گا۔ میں نے کتنا ڈانٹا۔ اب.... کیا ہو گا۔ رخصتی نے بھی ایک سرپرائز دیا۔ جب وہ رخصت ہو کر خود اپنے گھر پہنچائی گئی۔

سراسیمگی کا عالم طاری تھا۔ وہ امی والے کمرے میں لے جائی گئی تھی۔ کمرہ باقاعدہ حجلہ عروسی بنا ہوا تھا اور تب شگو سلام کرتی مسخرے پن سے آ کر لپٹ گئی۔

"فہمی بی بی! آپ کو مبارک ہو۔ میں اتنا خوش ہوں اتنا خوش کہ بتا نہیں سکتی۔ آپ اپنے گھر آ گئیں۔ میری بی بی جی بھی بہت خوش ہو رہی ہوں گی اور صاحب جی بھی۔" کمرے میں ابا بھی تھے اور اماں اور جواد بھی۔ وہ شرما گئی۔

"تم۔ یہاں کب سے' کس نے بلایا تمہیں؟" بوکھلا کر اتنا ہی پوچھ سکی۔

"میں تو اسی دن سے یہاں ہوں۔ جب آپ مل کر گئیں۔ میرا میاں بھی یہیں ہے۔ ہم نے خود سارے گھر کی صفائی کی۔ میرے میاں نے سفیدی کی' دیکھو کیسا لشکارے مار رہا ہے سارا گھر۔ ہم تو اسی دن سے صفائی ستھرائی میں لگ گئے۔ یہیں رہتے۔ یہیں پکاتے آپ کی چچی والا پورشن ہمارے قبضے میں تھا۔"

وہ بول رہی تھی اور اس کی آواز اسے پچھلے دور میں لے گئی۔ جب امی تھیں۔ ابا جان اور وہ شگو سے ناراض۔ مگر آج اس وقت اسے شگو کی موجودگی سے بے حد خوشی ہو رہی تھی۔ کتنا اپنا پن تھا اس کے بے ساختہ انداز میں۔

"اب تو جی ہم یہیں رہیں گے۔ میرا میاں کھانا پکائے گا۔ میں صفائی کروں گی۔ آپ کے ساس سسر کی خدمت کروں گی۔ میرا میاں مالی کا کام کرے گا۔ میرا بیٹا.... برآمدے میں کھیلتا رہے گا۔ بس جی فیصلہ ہو گیا۔" شگو کے فیصلے۔

اس نے اب دیکھا۔ جواد' اس کی بہنیں' اماں سب ہنس رہے ہیں شگو کی باتوں پر۔

"اور تم رہو گی کہاں؟" وہ گھبرائی۔ ایک نیا قبضہ گروپ۔ چچی والے پورشن پر قبضہ۔

PkPdf.Blogspot.Com

Downloaded From - PkPdf.Blogspot.Com

"سرونٹ کوارٹر میں رہے گی۔" ماموں اندر آگئے تھے۔ "میں نے بنوا دیا ہے ادھر۔"

واہ۔ ایک انکل۔ ایک ماموں اور وہ اپنوں کے لیے ترستی رہی۔ جواد نے اپنا خون بہا کر اپنے پن کا ثبوت دے دیا تھا۔ (غیر کے لیے؟) اس کا نذرانہ محبت۔

"جواد بہت نیک اور غیرت مند نوجوان ہے۔" ماموں اس کے پاس آبیٹھے۔ "مجھے ڈاکٹر کے انتخاب پر بہت خوشی ہوئی۔ اطمینان ہو گیا۔ سب فکریں ختم۔ تم بھی اپنے مہربان انکل کے فیصلے کو سراہنا۔ جواد کے ساتھ ہم آہنگی' محبت اور رفاقت کا بھرپور ثبوت دے کر۔ اس کے والدین کی اطاعت اور خدمت کرنا۔ اپنے ماں باپ سمجھ کر۔ سنا ہے تمہیں بہنوں کی خواہش تھی۔ وہ از خود تمہیں مل گئیں۔ تمہیں اللہ نے پورا خاندان عطا کر دیا۔ دیکھا اللہ کتنا مہربان ہے۔ (بے شک)"

"اور اس گھر میں تمہارے خاندان کو لانے کے لیے میں نے تم سے رازداری رکھی۔ جواد کو اعتراض تھا۔ مجھے امید ہے اس کا جواب تم خود اسے دے سکو گی۔ منا سکو گی۔"

ماموں کی بے پایاں محبت اور رازداری۔ وہ ان کے بازو سے لپٹ گئی۔ جیسے ابا جان سے لپٹتی تھی۔ انہوں نے بھی ابا جان کی طرح اسے پیار کیا۔

"دیکھو بیٹا! زندگی میں کچھ حادثے' کچھ وارداتیں ہوتی ہیں۔ سب کا بہادری سے مقابلہ کرنا ہی زندگی کا اصول ہے۔ صبر برداشت اور دکھ دینے والوں کو معاف کرنا سب سے بڑی دلیری ہے اور خوش باش زندگی کی علامت۔ میں پچھلے دو ہفتے سے آپا کے پاس تھا۔ ڈاکٹر کی اطلاع پر فوراً آگیا تھا۔ آپا بہت پچھتاتی ہیں۔ روتی ہیں۔ تم انہیں معاف کر کے اپنا دل صاف کر لو۔ وہ شادی میں نہیں آئیں۔ تمہیں شاید تکلیف ہوتی۔ مگر اب آئیں تو ان سے خوش دلی سے ملنا۔"

نصیحتیں' شفقت اور ہدایت۔

رات بھر جواد کی لن ترانی' شکوے' اعتراض سنتی رہی۔ سسرال کے گھر میں رہنا اس جیسے آدمی کے لیے بے غیرتی کا طعنہ تھا۔ لیکن.... اس دوران اپنی محبت کا راگ بھی الاپتا رہا۔ اس محبت نے ہی تو.... اسے بچانے کے لیے گولی کھائی تھی۔

صبح ناشتے کی میز پر جو کہ شکو کی تیز دستی کا ثبوت تھا۔ حلوہ پوری' آلو چھولے کی ترکاری۔ آملیٹ۔ امی کی بات درست تھی۔ وہ واقعی تیز دست تھی۔ سویرے سے اٹھ کر میاں کے ساتھ لگ گئی۔

اس کے لیے ماموں نے سرونٹ کوارٹر بنوا دیا تھا۔ کچن کے ساتھ۔ اف ماموں۔ رازداری۔ ثمی کی زندگی میں رازداری کا بہت دخل تھا۔ (کسی واردات کی طرح۔ بقول ماموں)

ناشتہ کرنے کے بعد اس نے ابا کی طرف دیکھا۔ وہ بیگم کے آنکھ کے اشارے نہ دیکھنے کے لیے۔ جو منع کر رہی تھیں حلوہ کھانے سے۔ نظر جھکائے کھا رہے تھے۔ بے پروا۔ ثمی نے چمچہ' پلیٹ پر مار کر متوجہ کیا۔

"ابا' اماں! سن لیں۔ یہ گھر میں نے آپ کے بیٹے کو کرائے پر دیا ہے۔ کرایہ کچھ زیادہ ہے۔ مگر یہ کل مولوی صاحب کے سامنے اقرار نامے پر دستخط کر چکے ہیں' قبول ہے' قبول ہے' قبول ہے کے الفاظ کے ساتھ۔ اپنے بیٹے سے کہیے۔ یہ مجھے ہر ماہ کرایہ دینے کے پابند ہیں۔ یقین کریں۔ ایسی مالک مکان ثابت ہوں گی۔ کبھی گھر خالی کرنے کا نوٹس نہیں دوں گی۔ کرایہ ملے یا نہ ملے۔"

اماں' ابا تو محض سن کر مسکرا دیے۔ مگر بہنوں کے حلق سے قہقہے پھوٹ پڑے۔ جواد اس چالاکی پر حیران ابا کو دیکھ رہا تھا جو اقرار میں گردن ہلا رہے تھے۔ نظریں مگر اب بھی حلوے پر مرکوز تھیں۔

اس کی زندگی میں تبدیلی آگئی تھی۔ خوشگوار تبدیلی۔

اسے پورا خاندان مل گیا تھا۔ انکل آنٹی جیسے مہربان بے لوث رشتے دار۔ اپنا گھر۔ شکو جیسی تیز دست خیر خواہ نوکر۔ اس کا شوہر بے مثال باورچی۔ مالی۔ وقت پر بجلی کا فیوز بھی ٹھیک کرتا۔ گیس کے معاملات بھی درست کرتا۔ ابا کے پیروں کی مالش پابندی سے کرتا۔ ان سے پوچھ کر ان کی پسند کے کھانے بناتا۔ اماں کو گو کہ اختلاف ہوتا مگر ابا اور خانساماں کا گٹھ جوڑ کافی

PkPdf.Blogspot.Com

Downloaded From - PkPdf.Blogspot.Com

مضبوط تھا۔ بہنوں نے الگ الگ کمرے سجا لیے۔ نہ جانے ماموں نے کتنا وقت گھر کی درستی پر صرف کیا۔ وقت اور پیسہ۔

وہ ماموں کی ممنون تھی۔ ساتھ ہی ابا' اماں کی بے انداز محبت شفقت اسے اپنا اسیر بنا چکی تھی۔ وہ جواد کے ساتھ سیر تفریح کر کے خوش باش واپس آئی۔ جواد کی مزید خوبیاں اجاگر ہوئیں۔ وہ جتنا شکر کرتی کم تھا۔ ہم دم۔ ہم راز۔ دمساز۔ آئیڈیل شریک حیات۔

خالہ آئیں۔ کچھ رکی رکی سی۔ وہ ان سے اسی طرح لپٹ گئی جیسے امی سے۔ بے تکلف ہو کر۔ دل صاف تھا شیشے کی طرح۔ خالہ بے چاری مگر اب بھی متاسف سی تھیں۔ شکو نے گھر کے لان میں لگے آڑو توڑ کر پیش کیے۔ شکو اور اس کے میاں کی بدولت لان پہلے جیسا ہرا بھرا۔ پھلوں کے پیڑ بھی سرسبز ملے۔ ابا کی فرمائش پر لان میں رنگین جھولا لگا دیکھا۔ پتا چلا ابا کی فرمائش تھی۔ وہ جھولا جھولتے تھے۔ اماں بڑبڑائیں۔

"بڈھے منہ مہاسے لوگ چلے تماشے۔ کچھ نہیں سوچتے تمہارے ابا۔ لوگ دیکھیں گے تو کیا کہیں گے۔"

ابا سے زیادہ ان کی بیٹیاں اور اب بہو اور بیٹا بھی دلچسپی لینے لگے۔ باری لگتی تھی جھولنے کی۔ رات کو شکو بیٹے کو گود میں چڑھا کر پینگیں لیتی۔ ثمی تو بہت خوش تھی۔

اماں نے کہا۔ "اے بیٹا! تم اپنے گھر میں یہ سرکس کے تماشے دیکھ کر کچھ کہتی کیوں نہیں۔ تم گئی ہوئی تھیں مری اور تمہارے ابا ایک خرگوش کا جوڑا لے آئے۔ میں نے چپکے سے پھنکوایا۔ سارا لان چر جاتے تو؟"

ثمی چیخ پڑی۔ "خرگوش' ہائے اماں کیوں پھنکوائے۔"

ابا نے کہا۔ "شکو نے اپنے کوارٹر میں چھپائے ہوئے ہیں۔" وہ دوڑی کوارٹر کی طرف۔ اماں تاسف سے بڑبڑائیں۔

"یہ لڑکی بھی دیوانی ہو گئی ان سب کے ساتھ۔" اور اندر چلی گئیں۔ ثمی کو خرگوش پسند تھے۔ جواد نے ان کے لیے بڑا سا پنجرہ بنوا دیا۔ اماں کو یقین ہو گیا۔ بیٹا بھی پگلا گیا اور جب ابا کے ساتھ بہو بیٹا لوڈو کھیلتے۔ انہیں بہت غصہ آتا۔ ابا جھگڑا کرتے۔ ہارنا تو چاہتے نہ تھے۔ بہو ان سے بے محابا مقابلہ کرتی۔ یا اللہ کون کہے گا یہ سسر بہو ہیں۔ ہمجولی لگتے ہیں۔

ثمی نے کئی بار محسوس کیا۔ اماں اس کی اٹھکیلیاں پسند نہیں کرتیں۔ بہت معصوم صورت بنا کر ایک دن کہہ ہی دیا۔

"اماں مجھے اندازہ ہے' آپ مجھے ابا سے لڑتا دیکھ کر پسند نہیں کرتیں مگر ابا کی صحت کے لیے ضروری ہے۔ ان کی توجہ بٹانا' دل بہلانا' مصروف رکھنا۔ بوڑھوں کو بھی تازہ ہوا کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس لیے لان میں بیٹھے رہنے اور جھولے کا مزا لینے سے بھی صحت پر اچھا اثر ہوتا ہے۔ آپ کو پسند نہیں تو میں کل سے۔"

اماں بے قرار ہو گئیں۔ اس کا چہرہ ہتھیلیوں میں لے کر بولیں۔ "میرے بچے! میرے آنگن کی چاندنی' میں کیوں ناپسند کروں گی۔ تم تو ہمارے گھر کے لیے ایک فرشتہ ہو۔ اب نہیں' شادی سے پہلے سے قائل ہوں تمہاری نیکی اور پاکیزگی اور نرم دلی کی۔ ہم نے تو سوچا بھی نہ تھا کہ کبھی ایسے شاندار گھر میں رہیں گے۔ اتنا عیش کریں گے۔ اتنے خدمت گزار نوکروں کی توقع بھی نہ تھی۔ تم سے کبھی رشتہ جوڑ سکیں گے' یہ خواب میں بھی نہ تھا۔ تم نے تو ہماری کایا پلٹ دی۔ ہمارے لیے تم ہیرے کی کان ثابت ہوئی ہو۔ تمہارا ہر فعل سر آنکھوں پر۔ مجھے تو تمہارے بڈھے سسر پر غصہ آتا ہے۔ تم سے برابری کرتے ہیں۔ بھلا بتاؤ۔ یوں لڑتے ہیں جیسے....."

"اپنے بیٹے کی بھی خبر لے لیا کریں۔" وہ اماں کی تعریفوں پر شرمندہ ہو کر خجل مٹانے کو بولی۔ "اس مہینے کا کرایہ بھی نہیں دیا۔ اب کس سے کہوں میں۔" موضوع سے ہٹنے کا بہانہ۔

اماں کو ہنسی آ گئی۔ بہنیں بھی قہقہے لگانے لگیں۔ ابا جھومنے لگے۔ جواد دروازے پر کھڑا ٹھینگا دکھا رہا تھا۔

ثمی کا دل خوشی سے بے قابو ہو گیا۔ وہ بھی سب کے ساتھ ہنسنے لگی۔ تبدیلی آ گئی تھی۔

☼

PkPdf.Blogspot.Com